

دار فکریہ لاہور

گلیاتِ شیعہ

محمد مصطفیٰ خاں شیعہ

مدرسہ

کلب علی خاں فائق

○

مجلس ترقی ادب ○ لاہور



PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081



پی ڈی ایف (PDF) کتب حاصل کرنے اور واٹس ایپ گروپ «کتاب کارنر»
میں شمولیت کے لیے مندرجہ بالا نمبرز کے واٹس ایپ پہ رابطہ کیجیے۔ شکریہ

شیفتہ عہالد دہلی سے تھے - آردو میں
 استاذ الاساتذہ حکیم مومن خان مومن مرحوم سے
 تلمذ تھا اور فارسی میں مرزا نوشہ سے مشورہ
 کرتے تھے -

شعراے دہلی کے قدیم انداز کی کیفیتیں
 جیسی ان کے کلام میں پائی جاتی ہیں ، ویسی
 ان کے معاصرین میں سے کسی کو نصیب نہیں
 بلکہ حق یہ ہے کہ اس باکمال کے ساتھ دہلی
 کے قدیم طرز سخن کا خاتمہ ہو گیا اور اس کی
 ایک خاص وجہ تھی ، یعنی یہ کہ شیفتہ کے
 بعد ، بہ استثنائے چند ، اہل دہلی سے
 علوم و فنون کا چرچا جاتا رہا - یہاں تک کہ
 وہ فارسی سے بھی بیگانہ ہونے لگے اور اس لیے
 میر و میرزا ، غالب و مومن کا رنگ جس کے
 مضمون کی بلندی ، الفاظ کی متانت ، ترکیبوں
 کی خوبی اعلیٰ درجے کے صحیح مذاق اور
 استعداد سے تعلق رکھتی ہے ، ان کے قبضے
 سے نکل گیا - چنانچہ آج کل مشاہیر
 شعراے دہلی کا کلام صرف خوبی زبان اور
 بے تکلفی کی بنا پر شہرت رکھتا ہے -

(حسرت موہانی)

بہترین شعرا و کلمیں و مرکبان و افضل خلائق و برین زمان

اردو کا کلیں کی ادب

کلیاتِ شیعہ

کتاب علی خاندان

پیش

مجلس ترقی ادب و ترجمہ و تفسیر لائبریری
کتاب روڈ

فہرست

صفحات

مقدمہ : از کلبِ علی خان فائق - - - - ۳۸ تا ۱۵

ردیف الف

- ۱۔ خواہاں ہوں ہوئے باغِ تنزہ شمیم کا - - - ۳۱
- ۲۔ یہ فیض عام شیوہ کہاں تھا لسیم کا - - - ۳۲
- ۳۔ چپ سے عطا ہوا ہمیں خلعت حیات کا - - - ۳۳
- ۴۔ کیا فائدہ نصیحتِ ناسودمند کا - - - - ۵۴
- ۵۔ کچھ انتظار مجھ کو نہ ہے کا نہ ساز کا - - - ۶۵
- ۶۔ نہ اس زمانے میں چرچا ہے دانش و دیں کا - - ۶
- ۷۔ ہائے اس برق جہاں سوز پر آنا دل کا - - - ۷
- ۸۔ ہم پر ہے التفات ہمارے حبیب کا - - - - ۸
- ۹۔ محو ہوں میں جو اس ستم گر کا - - - - ۹
- ۱۰۔ سب حوصلہ جو صرف ہوا جورِ یار کا - - - ۹، ۱۹
- ۱۱۔ اس بزم میں ہر چیز سے کم تر نظر آیا - - ۱۱، ۱۰
- ۱۲۔ جب رقیبوں کا ستم یاد آیا - - - - ۱۲، ۱۱
- ۱۳۔ فہر پر وہ بت کل فام آیا - - - - ۱۳، ۱۲
- ۱۴۔ اس سے میں شکوے کی جا شکر ستم کر آیا - ۱۴، ۱۳
- ۱۵۔ رات وان گل کی طرح سے جسے خنداں دیکھا - ۱۵، ۱۴

صفحات

مصرع

- غزل نمبر ۱۶ - جفا و جور کا اس سے گلہ کیا - - - - ۱۶، ۱۵
- ” ۱۷ - وہ ہری وش عشق کے افسوں سے مائل ہو گیا ۱۸، ۱۷
- ” ۱۸ - یار کو محروم تماشا کیا - - - - ۱۹، ۱۸
- ” ۱۹ - اس جنبش ابرو کا گلہ ہونہیں سکتا - - - - ۱۹
- ” ۲۰ - صبح ہونے ہی گیا گھر مہ تاباں میرا - - - - ۲۰
- ” ۲۱ - گور میں باد قد یار نے سونے نہ دیا - - - - ۲۱، ۲۰
- ” ۲۲ - آج ہی کیا آگ ہے سرکوم کہیں تو کب نہ تھا ۲۲، ۲۱
- ” ۲۳ - میں پریشان گرد اور محفل لشی تو کب نہ تھا ۲۳، ۲۲
- ” ۲۴ - میں وصل میں بھی شیفہ حسرت طلب رہا - ۲۴
- ” ۲۵ - بس کہ آغاز محبت میں ہوا کام اپنا - - - - ۲۴، ۲۳
- ” ۲۶ - جی داغ غم رشک سے جل جائے تو اچھا - ۲۴
- ” ۲۷ - پلا جام ساقی مٹے ناب کا - - - - ۲۶، ۲۵
- ” ۲۸ - تقلید عدو سے ہمیں ابرام نہ ہوگا - - - - ۲۷، ۲۶
- ” ۲۹ - دیکھوں تو کہاں تک وہ تلطیف نہیں کرتا ۲۸، ۲۷
- ” ۳۰ - اپنے جوار میں ہمیں مسکن پنا دیا - - - - ۲۹، ۲۸
- ” ۳۱ - کیا لائق زکوٰۃ کوئی بے نوا نہ تھا - - - - ۳۰، ۲۹
- ” ۳۲ - کل نغمہ گر جو مطرب جادو ترانہ تھا - - - - ۳۰

ردیف با

- ” ۳۳ - تھا غبر کا جو رنج جدائی تمام شب - - - - ۳۱
- ” ۳۴ - یوں ہزم گل رغاں میں ہے اس دل کو اضطراب ۳۷

صفحہ

مصرع

غزل نمبر ۳۵۔ کیا آٹھ گیا ہے دیدہ اغیار سے حجاب ۔ ۔ ۔ ۳۴۳۲

ردیف تا

۳۶۔ دشمن سے ہے میرے دل مضطر کی شکایت ۳۴۳۳

ردیف تا

۳۷۔ اُس وفا کی مجھ سے بھر آسید واری ہے عبث ۳۵۳۳

۳۸۔ نہ کر فاش راز گلستان عبث ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۶۳۵

ردیف جیم

۳۹۔ اے شیفۃ نوید شب غم سحر ہے آج ۔ ۔ ۔ ۳۷

ردیف جیم فارسی

۴۰۔ شیفۃ ہجر میں تو لائے شب گہر نہ کھینچ ۔ ۔ ۳۸

ردیف حا

۴۱۔ ناصح تہاں ہے شیفۃ نیم جان کی طرح ۔ ۔ ۔ ۳۹

ردیف خا

۴۲۔ دیا ہے بوسہ مجھے جب کہ میں ہوا گستاخ ۔ ۔ ۴۰

ردیف دال ذال

۴۳۔ روز غم میں کیا قیامت ہے شب عشرت کی یاد ۴۱

۴۴۔ طلب بوسہ پر اس لب سے شکر آب لذیذ ۔ ۴۲

ردیف رے

۴۵۔ وصل کے لطف آٹھاؤں کیوں کر ۔ ۔ ۔ ۴۳

صفحہ

مصرع

- غزل نمبر ۴۶۔ شیفہ آیا ہوں میں کسی کا تماشا دیکھ کر ۴۴/۴۳
 ۴۷۔ لہا قصدِ بوسہ نشے میں سرشار دیکھ کر - - ۴۵
 ۴۸۔ ہوں پاس بوالہوس رہیں چشم غضب سے دور ۴۶

ردیف زے

- ۴۹۔ ہم بے نشان اور وفا کا نشان ہنوز - - ۴۸/۴۷
 ۵۰۔ ہند کی وہ زمیں ہے عشرت خیز - - - ۴۸/۴۹

ردیف سین

- ۵۱۔ دور رہنا ہم سے کب تک اور بیگانے کے پاس ۴۹/۵۰

ردیف شین

- ۵۲۔ آٹھے نہ چھوڑ کے ہم آستانِ بادہ فروش - ۵۰/۵۱

ردیف صاد

- ۵۳۔ اُن کو دشمن سے ہے محبت خاص - - - ۵۱/۵۲

ردیف ضاد

- ۵۴۔ ہے دل کو یوں ترے دم اعجاز اثر سے فیض ۵۲/۵۳

ردیف طا

- ۵۵۔ لازم ہے بے وفا تجھے اہل وفا سے ربط - - ۵۳/۵۴

ردیف ظا

- ۵۶۔ ترے فسوں کی نہیں میرے دل میں جا واعظ ۵۴/۵۵

صفحات

مصرع

ردیف غین

عزل نمبر ۵۷- خورشید کو اگرچہ نہ پہنچے ضیائے شمع ۵۶،۵۵

ردیف غین

۵۸- کیا غیر تھا کہ شب کو نہ تھا جلوہ کو چراغ ۵۷،۵۶

ردیف فا

۵۹- واں ہوا پردہ آٹھانا موقوف - - - - ۵۸،۵۷

ردیف قاف

۶۰- پابندی "وحشت میں ہیں زنجیر کے مشتاق ۵۸،۵۹

ردیف کاف

۶۱- رہ جائے کیوں نہ ہجر میں جاں آئے لب تلک ۵۹-۶۰

ردیف لام

۶۲- طالع خفتہ دشمن نہ جگنا شب وصل - - ۶۰،۶۱

۶۳- اصحاب درد کو ہے عجب تیزی "خیال - ۶۱،۶۲

۶۴- یان کے آنے میں نہیں ان کو جو تمکین کا خیال ۶۲،۶۳

۶۵- بلبل کو بھی نہیں ہے دماغ صدائے گلی - ۶۳،۶۴

ردیف میم

۶۶- کہ ہم سے خفا وہ ہیں گہے ان سے خفا ہم ۶۴،۶۵

۶۷- مر گئے ہیں جو ہجر یاز میں ہم - - - - ۶۵

صفحات

مصرع

- غزل نمبر ۶۸۔ مطبوع یار کو ہے جفا اور جفا کو ہم - - - ۶۶
 ۶۹۔ بچتے ہیں اس قدر جو آدھر کی ہوا سے ہم ۶۷
 ۷۰۔ کم فہم ہیں تو کم ہیں پریشانیوں میں ہم ۶۸

ردیف لون

- ۷۱۔ کیوں نہ اڑ جائے سرا خواب ترے کوچے میں ۶۹
 ۷۲۔ کچھ درد ہے مطربوں کی لیے میں - - - ۷۰
 ۷۳۔ روزِ خوں ہوتے ہیں دوچار ترے کوچے میں ۷۱
 ۷۴۔ شکوہ جفا کا کیجے تو کہتے ہیں کیا کروں ۷۲
 ۷۵۔ مافا سحر کو یار آئے یاں جلوہ گر کریں - ۷۳
 ۷۶۔ شب وصل کی بھی چین سے کیوں کر بسر کریں ۷۴
 ۷۷۔ کب ہاتھ کو خیال جزائے رلو نہیں - - ۷۵
 ۷۸۔ کچھ اور بے دلی کے سوا آرزو نہیں - - ۷۶
 ۷۹۔ ہم سے آزاد روش ہاتھ میں زر رکھتے ہیں ۷۷
 ۸۰۔ گرم جوشی ہے مگر فرق شرارت میں نہیں ۷۸
 ۸۱۔ نہ مجدہ ریز ہیں اعدا جو سر جھکائے ہیں - ۷۹
 ۸۲۔ عذر اک ہاتھ لگا ہے انہیں یاں آنے میں - - ۸۰
 ۸۳۔ ہے ستم کہ رشک کا ان کے کہاں میں امتحاں ۸۱
 ۸۴۔ تنک تھی جا خاطر ناشاد میں - - - - ۸۲
 ۸۵۔ ہے امتزاج مشک مٹے لعل قام میں - - - - ۸۳
 ۸۶۔ اثرِ آہِ دلِ زار کی افواہیں ہیں - - - - ۸۴

مصرع

صفحہ ۸۱

- غزل نمبر ۸۷- خوش رو بدخو ہیں کیا میں چاہوں - - - ۸۱ء ۸۲
- ۸۸- عہد ثبات عہد پہ ہے متصل نہیں - - - ۸۲ء ۸۳
- ۸۹- کن حسرتوں سے مرتے ہیں ہم تم کو غم نہیں ۸۳ء ۸۴
- ۹۰- مجھے عاشق جو دیکھا پیر کنماں نے جوانی میں ۸۳ء ۸۵
- ۹۱- کب نگہ آس کی عشوہ باز نہیں - - - ۸۵ء ۸۶
- ۹۲- کون سے دن تری یاد اے بت سفاک نہیں - ۸۶
- ۹۳- کون ہے جو کام ہوس یاب نہیں - - - ۸۶ء ۸۷
- ۹۴- ناز و تمکین ہے وہاں صبر کی پاں تاب نہیں ۸۷ء ۸۸
- ۹۵- جی جائے پر جفا میں ہمارا زباں نہیں - ۸۸ء تا ۹۰
- ۹۶- دل کا گلہ فلک کی شکایت یہاں نہیں - - - ۹۰ء ۹۱
- ۹۷- آرام سے ہے کون جہاں خراب میں - - - ۹۱ء ۹۲
- ۹۸- شوخی نے تیری لطف نہ رکھا حجاب میں ۹۲ء ۹۳
- ۹۹- ناچار میں خموش وہ ناحق عتاب میں - - - ۹۳ء ۹۴
- ۱۰۰- کر کچھ خلل نہ آئے تمہارے فراغ میں - ۹۴ء ۹۵
- ۱۰۱- ہائی ہے بوئے دوست عنادل نے باغ میں - - - ۹۵
- ۱۰۲- عید ہے اور ہم کو عید نہیں - - - - ۹۶
- ۱۰۳- ہے گو نہ گو نہ شک ابھی عفو گناہ میں - ۹۷ء ۹۸

ردیف واو

- ۱۰۴- ہم سے جو ہو غبار تو دشمن سے صاف ہو ۹۸ء ۹۹
- ۱۰۵- فروغ سہر نہ ہو رخ پہ گر نقاب نہ ہو ۹۹ء ۱۰۰

- غزل نمبر ۱۴۵- وہ جو آٹھے بجان رغبت ہو گئی - - - ۱۳۴/۱۳۳
- ” ۱۴۶- ملتے کا مرے اور تیرے چرچا نہ کریں گے ۱۳۵/۱۳۴
- ” ۱۴۷- کیوں نہ مجھ کو مرضِ پاس کی شدت ہو جائے ۱۳۶/۱۳۵
- ” ۱۴۸- ہے ستم واقف ہو میرے حال کی تغیر ہے - ۱۳۶
- ” ۱۴۹- کیا ذکر آس کے آگے مری آہ کا چلے - ۱۳۸/۱۳۷
- ” ۱۵۰- ظالم کبھی تو داد دل و چشم تر ملے - ۱۳۹/۱۳۸
- ” ۱۵۱- ابر درپوزہ گر آب ہے اکثر ہم ہے - ۱۴۰/۱۳۹
- ” ۱۵۲- دل لیا جس نے بے وفائی کی - - - ۱۴۱/۱۴۰
- ” ۱۵۳- اپنی شوخی کی ابھی خبر کچھ ہے - - ۱۴۲/۱۴۱
- ” ۱۵۴- ناز کی کیا ہوئی کیوں غش نہیں کیا صورت ہے ۱۴۳/۱۴۲
- ” ۱۵۵- آؤ مل جاؤ لڑائی ہو چکی - - - - ۱۴۳
- ” ۱۵۶- زہر ہے الہاس سے تلوار ہے - - - - ۱۴۴
- ” ۱۵۷- لطف ظاہر ہے مرے آزار ہے - - - - ۱۴۵
- ” ۱۵۸- ترک ہونا یار اور انجیار ہے - - - - ۱۴۶
- ” ۱۵۹- کچھ بات راز کی ہے ذرا پاس آئیے - - ۱۴۸/۱۴۷
- ” ۱۶۰- لب میں اگر نہیں تو ہمارے سخن میں ہے ۱۴۹/۱۴۸
- ” ۱۶۱- ہوا نہ مد نظر چشم یار کے بدلے - - - ۱۴۹
- ” ۱۶۲- میری خوشی کا ان کو نہایت خیال ہے ۱۵۰/۱۴۹
- ” ۱۶۳- ایام ہجر میں جر اجل کا خیال ہے - ۱۵۰ تا ۱۵۲
- ” ۱۶۴- تری خوبیاں غیر کیا جانتا ہے - - - ۱۵۳/۱۵۲
- ” ۱۶۵- قنط یار جور و جفا جانتا ہے - - - ۱۵۴/۱۵۳

صفحات

مصرع

- غزل نمبر ۱۶۶۔ سمجھ لے اور کوئی دن رقیبِ خوار مجھے ۱۵۵، ۱۵۴
 ۱۶۷۔ ابھی کہوں تو کریں لوگ شرم سار مجھے ۱۵۶، ۱۵۵
 ۱۶۸۔ سحر کئے جو وہ کلی گشتِ گلستان کے لیے ۱۵۶ تا ۱۵۸
 ۱۶۹۔ جر کوئے دوست کو جاؤں تو پاسیاں کے لیے ۱۵۸، ۱۵۹

فردیات

ہروانہ وار جلنا دستور ہے ہمارا - - - ۱۶۰، ۱۶۱

غیر مطبوعہ کلام—غزلیات

- ۱۔ روز کو جاتے تو کیا کچھ نہ دکھاتے دیکھا - - - ۱۶۲
- ۲۔ دن کو دکھاتے میں حسنِ آتشِ افشاں کی بہار ۱۶۲، ۱۶۳
- ۳۔ گر کیجئے اس پری کی بیاں داستانِ رقص - - - ۱۶۳
- ۴۔ اپنی تیغِ نگہ کی آب کو دیکھ - - - ۱۶۳، ۱۶۴
- ۵۔ اگر طلب کرے وہ مدِ عذار آئینہ - - - ۱۶۴، ۱۶۵

متفرق لہریات

معجزِ حسن سے سب جن و بشر میں تسخیر - - - ۱۶۶ تا ۱۶۹

رباعیات

- ۱۔ مانا کہ بس اب سرا ستانا چھوڑا - - - ۱۷۰
- ۲۔ میں جام نہیں کہ منہ لگائے مجھ کو - - - ۱۷۰
- ۳۔ افسوس نہ مجھ پہ رحم آیا تم کو - - - ۱۷۰
- ۴۔ جھوٹا ہے ترا قرار، چھوڑا تجھ کو - - - ۱۷۰

صفحات

مصرع

- ۵۔ بیکانہ ہوئے سب اقربا تیرے لیے - - - - - ۱۷۱
 ۶۔ ہم سرگئے تیری چاہ کرتے کرتے - - - - - ۱۷۱

مثالث

- مثالث ہیں اہل بزم بھی آزار کی طرف - - - - - ۱۷۲، ۱۷۱

خمس

- لامح کو حرف تلخ سنایا نہیں هنوز - - - - - ۱۷۳ تا ۱۷۵

تضمین

- آرام کا کچھ دھیان نہ کچھ فکر طرب ہے - - - - - ۱۷۶، ۱۷۵

مثنویات

- ۱۔ ساتیا بس مے دو آتشہ لا - - - - - ۱۷۸، ۱۷۷
 ۲۔ اے ساقی محفل نکویاں - - - - - ۱۷۸ تا ۱۸۳
 ۳۔ اے سراپا جفاے نا انصاف - - - - - ۱۸۳ تا ۱۸۹
 ۴۔ اے گل بوستان ناز و ادا - - - - - ۱۸۹ تا ۱۹۳

نظم

- ہائے دہلی و زہے دل شدگان دہلی - - - - - ۱۹۳، ۱۹۵

مقدمه

از

کتابِ علی خان فائق

حیات شہیدانہ و حسرتی

خانان

ہنگش پٹھان سابق صوبہ سرحد علاقہ کوہاٹ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے بعض افراد تاریخ میں نمایاں حیثیت کے مالک ہوئے۔ فرخ میر کے عہد (۱۱۲۳ھ تا ۱۱۳۰ھ) میں محمد خان ہنگش نے اقتدار بہم پہنچایا اور ریاست فرخ آباد کی بنیاد رکھی۔ ولی داد خان اور محمد خان ہنگش یک جہدی تھے۔ ولی داد خان بھی فرخ آباد میں آکر مقیم ہو گئے۔ ولی داد خان کے بیٹے مرتضیٰ خان جرأت سے کام لے کر قدم باہر نکالا اور جسولت راؤ ہلکر کا شریک ہو کر ٹام پیدا کیا۔ آخر ۱۸۱۲ء میں ہلکر اور انگریزوں کے درمیان مصالحت کرا کے لارڈ لیک کو رضامند کیا۔ اس کے صلے میں تین لاکھ روپے سالانہ کی جاگیر ہوڈل^۱ و ہلول (ضلع گورکھ پور) میں حین حیات حاصل کی۔ ان کا خطاب ”عظیم الدولہ سرراز الملک نواب مرتضیٰ خان بہادر مظفر جنگ“ تھا۔ ۱۸۱۳ء میں

۱۔ بقول مالک رام، نواب مرتضیٰ خان کی وفات کے بعد ہوڈل و ہلول کی جاگیر انگریزوں نے ضبط کر کے بیس ہزار روپیہ سالانہ زر نقد ورنٹا کے لیے مقرر کر دیا تھا جو ۱۸۵۷ء میں بند ہو گیا۔ (الامذہ غالب ص ۱۷۷-۱۷۸)

نواب مصمم الدولہ فرخ جاہ احمد علی خان وزیر مالیات نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہوڈل و ہلول کا انتظام مصطفیٰ خان کے لیے مخصوص ہوا تھا لیکن اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ (تاریخی روزنامہ عبداللطیف، مرتب خلیق احمد نظامی، ص ۱۳۸، ۱۳۹)

جہاں گیر آباد (خلع میرٹھ) جو راجا کھودس رائے کی ملکیت تھا اور مال گزاری نہ ادا کیے جانے کے الزام میں لیلام ہوا ، اپنے بیٹے محمد مصطفیٰ خاں کے نام خرید کر ریاست میں اضافہ کیا ۔

نواب مرتضیٰ خاں کی شادی مشہور سپہ سالار اسماعیل بیگ ہمدانی کی صاحب زادی اکبری بیگم سے ہوئی تھی ۔

شیفتہ کی ولادت

۱۸۰۶ء کے آخری مہینوں میں شیفتہ کی ولادت ہوئی ۔ اس سلسلے میں آن کا اپنا بیان معتبر ہے ۔ وہ اپنے دیوان کے دیباچے میں لکھتے ہیں :

”در شالزدہم نیروے سخن گوئی دادند ۔ ۔ ۔ ۔ و در بست و سیوم ہال اعراض کرامت کردند ۔ ۔ ۔ ۔ و آن روز ہر ہزار و دوصد چہل افزون بود ۔ امروز ہر چہل ہفت افزون است ۔“

(دیباچہ دیوان شیفتہ ، مخطوطہ رضا لائبریری رام پور)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۲۳۷ھ - ۳۲ ، ۱۸۳۱ء میں آن کی عمر ۲۳ سال تھی ۔ اس لیے تذکرہ نویسوں کا بیان ۱۸۰۶ء میں ولادت کے بارے میں غیر معتبر ہے ۔ شیفتہ کی عمر ”گلشن بے خار“ کی تالیف کے وقت (۱۲۵۰ھ مطابق ۲۵ ، ۱۸۳۳ء) چھبیس سال ہو چکی تھی ۔ ملاحظہ ہو :

”ابتداء میں کارنامہ در ابتداء سال ہزار و دوصد و چہل و ہشت (۱۲۳۸ھ) از ہجرت و انتہا در انتہا سال ہزار و دوصد و پنجاہ (۱۲۵۰ھ) و امروز اشہب تمیز کام عمر روان بست و شش مرحلہ طے کردہ ۔“

(گلشن بے خار، صفحہ ۶، مطبع نول کشور ۱۸۷۳ء)

مقام ولادت

دہلی میں بالاتفاق شیفتہ کی ولادت ظاہر کی گئی ہے ۔

تعلیم

شیفتہ کے تمام اساتذہ کے نام معلوم نہ ہو سکے ۔ البتہ میان جی مالا مال (جو دہلی کے سر پر آوردہ معلم تھے) سے فارسی اور عربی پڑھی ۔

تجوید و حدیث

تجوید اور حدیث کی تعلیم مولانا حاجی محمد نور دہلوی نقشبندی سے پائی ۔

آغاز شاعری

شیفتہ نے ۱۸۴۳ ع (۱۲۴۳ھ) میں شعر و شاعری کے میدان میں قدم رکھا جس کا اظہار آنہوں نے دیباچہ دیوانِ اردو میں کیا ہے ۔

شیفتہ کی علمی استعداد قدیم نصابِ تعلیم کے موافق اچھی خاصی ہو چکی تھی ۔ وہ عربی ، فارسی اور اردو میں شعر موزون کرنے کی اہلیت رکھتے تھے ۔ پھر فطرت سے موزون طبع اور ذہن رسالے کر آئے تھے اسی لیے دعویٰ کیا ہے کہ شعر گوئی کی صلاحیت بے پناہ تھی ۔ دہلی کے شرقا کے لیے شاعر ہونا بھی کہلات علمی میں داخل تھا ۔ مفتی صدرالدین آزرہ ، مولوی فضل حق خیر آبادی جیسے علماء شعر و سخن کے لدائی تھے ۔ شاہ نصیر ، حافظ عبدالرحمان احسان ، سرور (مؤلف تذکرہ سرور) ، حکیم قدرت اللہ قاسم (صاحب مجموعہ نغز) نظام الدین مینون ، محمد ابراہیم ذوق ، اسد اللہ خان غالب اور محمد مومن خان مومن وغیرہ بزمِ ریختہ گوئی کو آراستہ کئے ہوئے تھے ۔ بادشاہِ وقت اکبر ثانی اور ولی عہد بہادر شاہ ظفر شعرا

کی سرپرستی کر رہے تھے۔ شیفتہ ان شعرا سے کس طرح متاثر نہ ہوتے !
شعر و شاعری میں حصہ لیا اور مشق سخن سے کمال حاصل کیا ۔

شاگردی

۱۲۳۰ء میں نوجوان شعرا میں غالب اور مومن زیادہ نام آور
تھے ، لیکن غالب کے طرزِ بیدل پر بعض ارباب سخن معترض تھے
جن میں آرزوہ سرپرست تھے۔ اسی لیے شیفتہ مومن سے مشورۂ سخن
حاصل کرنے لگے ۔

عشق

شیفتہ نے جس ماحول میں ہوش سنبھالا ، اُس میں طوائف کا
درجہ بلند تھا اور امراء کے لیے ضروری ہوتا تھا کہ اُن کے دربار سے
طوائفیں منسلک رہیں ۔ مغل بادشاہ عیش و عشرت کے دلدادہ تھے ۔
جہاں دارِ شاہ ہوں یا مجد شاہ ، ہر ایک عیش کوشی میں مشغول تھا۔
سلطنت کا شیرازہ منتشر ہو چکا تھا ۔ عالم گیر ثانی ، جب کہ غیر ملکی
فوجیں برصغیرِ پاک و ہند میں داخلے کے لیے بے تاب تھیں ، یہ
بوڑھا بادشاہ مجد شاہ مرحوم کی پندرہ سالہ لڑکی پر (شادی رچانے کے
لیے) دباؤ ڈال رہا تھا ۔ اسی طرح اودھ اور دہلی کے حکمران
بڑھاپے میں بھی نئی نئی شادیوں کے لیے بے قرار رہتے تھے ۔
بہر شیفتہ کس طرح اس فضا میں پاک دامن رہ سکتے تھے ۔ اُن کے
استاد مومن نت نئی حسینوں کو پھانسنے کی کوشش میں رات دن لگے
رہتے تھے اور شاگردوں سے بھی امداد لینے میں عار نہ سمجھتے تھے۔
شیفتہ نے دولت اور جوانی سے فائدہ اُٹھانے کی ٹہانی ۔ تارنول کی
دو نوخیز طوائفیں رنجو اور جنگلو تھیں ۔ ان میں سے رنجو پر شیفتہ
کی نظر انتخاب پڑی ۔ ۱۸۲۸ء کے متصل شیفتہ نے رنجو کو جیت لیا۔
اس سلسلے کی مشنوی ”مسی مالی“ (۱۲۳۳ء) اُن کے مخطوطہ دیوان میں

شامل ہے۔ معاصرین نے رعبو (جس کا تخلص نزاکت تھا) کا ذکر تذکروں میں کیا ہے۔ خود شیفتہ نے بھی اپنے تذکرۂ شعرا ”گلشن بے خار“ میں یہ زمرہ شاعرات ان کو جگہ دی ہے۔ رعبو سے تعلقات کا سلسلہ چلتا رہا اور شاعری کا ذوق بھی، لیکن نامعلوم وجوہ کی بنا پر شیفتہ نے شعر و شاعری سے دلچسپی کم کر دی۔ اس کا اظہار اس نے اپنے قلمی دیوان کے دیباچے میں کیا ہے کہ سولہ سال کی عمر میں شاعری شروع کی اور ۲۳ سال کی عمر میں یہ ذوق دب گیا۔ لیکن اس کے ایک سال بعد احباب کی ترغیب سے اس نے تذکرۂ شعرائے اردو کی بنیاد رکھی۔ اس کا سال آغاز شیفتہ نے ۱۲۳۸ھ (۳۳ - ۱۸۳۲ ع) اور سال اتمام ۱۲۵۰ھ (۳۵ - ۱۸۳۴ ع) بتایا ہے۔

بیت

شیفتہ جب مجازی عشق و محبت کی آجہنوں سے تنگ آ گئے اور بادہ گساری میں کشش نہ رہی (اس کے اسباب معلوم نہ ہو سکے) تو تصوف کی طرف راغب ہوئے اور شاہ اسحاق مہاجر مکی (۱۲۵۶ھ) کے مرید ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ دلی اوسان نکل چکے تھے اس لیے مرشد کی ادنیٰ توجہ سے کاپا ہلٹ ہو گئی۔ حرم کعبہ اور دہار حبیب کے شوق نے بے قرار کر دیا۔ راہ کی مشکلات کا خطرہ کسی طرح نہ روک سکا اور سفر حجاز کی دل میں ٹھان لی۔

سفر حجاز

شیفتہ کی والدہ اور نانی نے بھی بیت الحرام کے سفر کا ارادہ کیا۔ ۱۷۔ ذی الحجہ ۱۲۵۴ھ کو دہلی سے یہ قافلہ روانہ ہوا۔ منزل بہ منزل بمبئی تک خشکی کا سفر کیا، اس کے بعد پھری سفر شروع ہوا۔ راستے میں جہاز ایک چٹان سے ٹکرا کر ڈوب گیا۔ شیفتہ اور

دوسرے مسافروں نے ایک ویران جزیرے میں پناہ لی ۔
 لاقابل بیان سختیاں اٹھا کر آخر مکہ معظمہ میں داخل ہو گئے ۔ حج
 سے فراغت پائی تو شیفہ کی ماں اور نانی چار دن کے فصل سے عالم
 آخرت کو سدھار گئیں اور جنت البقیع میں چکہ پائی ۔ دو مہینے ہانچ
 دن تک مکہ معظمہ میں قیام کر کے مدینہ منورہ کا سفر کیا
 اور دیار حبیبِ خدا کی زیارت سے مشرف ہوئے ۔ سرور کائنات نے
 اپنی مہمان نوازی سے سرفراز کیا اور شیخ الحرم کو خواب میں
 ہدایت فرمائی کہ انہیں اپنا مہمان کرے ۔ اس کے بعد طائف وغیرہ
 دیکھتے ہوئے مکہ معظمہ کی زیارت سے دوبارہ سرفراز ہو کر وطن
 واپس ہوئے اور ۲۳۔ ذی الحجہ ۸۱۲۵۶ھ کو دو سال چھ دن بعد
 دہلی میں داخل ہوئے ۔

تقویٰ

وہی رندِ شاہد باز شیفہ سفر حجاز کے بعد ہاک باز اور متقی
 بن گئے ۔ کل تک جو سومن کے فتوے پر عمل کرتے تھے اور داد عیش
 دے کر یہ کہتے تھے :

شیفہ حضرتِ مومن کا ہے فتویٰ بس اب
 حسرتِ حرمتِ صہبا و مزامیر نہ کہینچ

اب انہوں نے اپنے سابقہ رویے میں ترمیم کر کے اس طرح تبدیلی
 ضروری سمجھی :

وجد کو زمرۂ مرغِ محرکائی ہے
 شیفہ لازِ مفتی و مزامیر نہ کہینچ

۱۔ دیوان شیفہ، اردو مخطوطہ رضا لائبریری رام پور میں یہ مطلع اسی طرح
 ہے، بعد میں شیفہ نے اس مطلع کو بدل دیا اور اب مطبوعہ نسخوں میں
 تبدیل شدہ مطلع ملتا ہے ۔ (فائق)

شیفۃ کی زندگی میں جو انقلاب سفر حجاز سے پیدا ہوا تھا وہ تمام عمر رہا۔ شاہ اسحاق کے بعد ابو سعید اور احمد سعید مجددی خلفائے مولانا شاہ غلام علی سے شیفۃ استفادہ کرتے رہے۔ آخر میں شاہ عبد الغنی سے تجدید بیعت کی اور انہوں نے سلسلۂ نقشبندیہ کی سند خلافت بھی دی۔

شیفۃ کا مکان مرکز علمی

دہلی میں دو مکان ایسے تھے جہاں باہر سے آنے والوں کے لیے حاضر ہونا ضروری تھا؛ آزرہ اور شیفۃ کے مکان پر دہلی کے ارباب علم و فن جمع رہتے تھے، اسی لیے ان کے مکان پر حاضر ہو کر دہلی کے باکالوں سے ملاقات بہ آسانی ہو جاتی تھی۔

حج سے واپسی کے بعد شاعری کا شوق تو کم ہو گیا لیکن مشاعروں کا اعتماد شیفۃ کے یہاں جاری رہا۔ داغ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی پہلی غزل شیفۃ کے مشاعرے میں پڑھی تھی جس کا مطلع یہ ہے :

شرر و برق نہیں شعلہ و سیاب نہیں
کس لیے پھر یہ ٹھہرنا دل بے تاب نہیں

نظامیؒ نے ۱۸۳۷ء میں شیفۃ کے یہاں مشاعرے میں آزرہ کا غزل طرحی پڑھنا لکھا ہے جس کا شعر یہ ہے :

یا تنگ نہ کر ناصح نادان مجھے اتنا
یا لا کے دکھا دے دھن ایسا کمر ایسی

اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ شیفۃ نے ایک غیر مشہور شخص کو غزل لکھ کر دے دی اور جب اس نے مشاعرے میں

عزل پڑھی تو آزدہ کی پریشانی قابل دید تھی۔ جو اشعار نظامی نے نقل کیے ہیں وہ شیفتہ کی محبوبہ و محبوب نواکت تخلص کے ہیں اور ”کشن بے خار“ (تالیف ۱۲۵۰ھ) میں موجود ہیں اس لیے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ طرح ۳۵ - ۱۸۳۳ع سے قبل ہوئی تھی اور اگر یہ مشاعرہ شیفتہ کے مکان پر ہوا تھا تو سفر حجاز سے چلے کی بات ہے۔

سفر

سفر حجاز سے واپسی کے بعد شیفتہ نے متعدد سفر مختلف مقامات کے کیے۔ رقعات فارسی سے ۱۲۵۷ھ کے آخر میں سفر رام پور کا حوالہ ملتا ہے۔ غالباً مومن بھی اس سفر میں شیفتہ کے ہم سفر ہوں۔ بانی پت جا کر ٹوٹ علی شاہ سے ملاقات کی۔ رام پور کے ۱۸۵۰ع اور ۱۸۶۶ع کے سفروں کا حال غالب کے رقعات سے واضح ہوتا ہے۔ ان کے ذوق سفر کا اندازہ سفر حجاز سے ہوتا ہے۔ جہاں گیر آباد میں آنا جانا تو بیش تر رہتا تھا۔ غالب اور سید غلام علی وحشت اور مومن بھی جا کر ان کے سپاہی رہتے۔ ۱۸۵۷ع کی تحریک آزادی کے وقت شیفتہ جہاں گیر آباد ہی میں تھے۔

۱۸۵۷ع میں شیفتہ کی گرفتاری

جہاں گیر آباد میں جب جنگ آزادی کے شعلے بھڑکے تو شیفتہ مقامی باشندوں کا ساتھ دے سکے، اسی لیے مقامی ٹھاکروں نے ان کی گڑھی پر حملہ کیا۔ شیفتہ اپنے دوست عبد اللطیف خان والی خان پور کے جاں چلے گئے۔ گڑھی پر ٹھاکروں نے قبضہ کر لیا۔ جب ریاست رام پور کے سواروں کا رسالہ آدھر سے گزرا تو شیفتہ کے ریاست سے تعلقات کا لحاظ کر کے اس نے مداخلت کی اور

ٹھا کروں کو نکال دیا اور شیفتہ کا قبضہ بحال کرایا۔ شیفتہ چوں کہ بہادر شاہ ظفر سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھے اس لیے انگریزوں نے بغاوت کے الزام میں انہیں گرفتار کر لیا اور بعد تحقیقات سات سال قید کی سزا دی۔

نواب صدیق حسن خان کے شیفتہ سے ذاتی تعلقات تھے۔ انہوں نے مومن علی خان صدر الصدور ضلع بلند شہر سے ان کی رہائی کے بارے میں سفارش کی، شیفتہ کو رہائی مل گئی۔ بعد میں نواب صدیق حسن خان نے واگراشت جالداد کی سفارش کی اور نصف جالداد بحال ہوئی۔

مستقل قیام جہاں گیر آباد

اس قید و بند سے رہائی کے بعد شیفتہ نے مستقل قیام جہاں گیر آباد میں اختیار کیا۔

دہلی کی تباہی ایسی نہ تھی کہ کوئی دل سے بہلا دے۔ صہبائی شہید ہوئے، آزرہ قید ہوئے اور یہ ہزار دشواری جان بھی۔ مسلمانوں سے دلی خالی کرا لی گئی تھی، اس لیے شیفتہ اب آجڑی دلی میں کس منہ سے آتے۔ غالب ۱۸۵۹ء کے آغاز میں ان کی رہائی کی خبر سن کر مبارک باد کو جہاں گیر آباد پہنچے۔ شیفتہ نے جہاں گیر آباد میں خاموشی سے اپنی زندگی کے باقی دن گزار دیے۔ یہاں حالی شیفتہ کے بچوں کی اتالیقی پر مامور ہوئے تو شیفتہ کا علمی ذوق بھی بیدار ہو گیا اور شعر و سخن سے بھی

۱۔ تلامذہ غالب، از مالک رام، صفحہ ۱۸۱۔ مؤلف 'بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد' صفحہ ۳۸۶ نے بھی سات سال قید کی تالیف کی ہے۔

۲۔ تلامذہ غالب، از مالک رام، صفحہ ۱۸۱۔ نیز ملاحظہ ہو، کلیات شیفتہ و حسرتی حاشیہ ۱، صفحہ ۳۲، ۳۳۔ لیکن عرشی صاحب نے 'مکاتیب غالب' طبع ششم، حواشی صفحہ ۱۵۸ پر مدت قید چھ سال لکھی ہے۔ (ماتقی)

دلچسپی پیدا ہوئی۔ جو فارسی غزلیں کہنے، غالب کو اصلاح کے لیے بھیج دیتے، بقیہ اوقات یاد الہی میں گزارتے؛ رات کو تہجد ادا کرتے، احباب کے خطوط کا جواب پابندی سے دیتے۔

وفات ۱۸۶۹ء - (۵۱۲۸۶)

شیفتہ کو ذیابیطس کا مرض تھا۔ آخر عمر میں ہاتھ پر کالا دانہ نکلا، یہ مرض جان لیوا ثابت ہوا۔ شیفتہ بیماری کے دنوں میں دہلی میں اپنی حویلی (کوچہ چبلاں) میں مقیم تھے۔ یہیں انتقال ہوا اور سلطان جی (مزار نظام الدین اولیاء) میں اپنی خاندان ہڑواڑ میں دفن ہوئے۔ مولانا حالی نے آیہ کریمہ ”وَحُلُّوْا آسَاوَرٍ مِّنْ فِئْضَةٍ“ (سورہ دھر) سے تاریخ وفات نکالی۔ مختلف شعراء نے قطعات فارسی کہے جن میں سے چند یہ ہیں :

تاریخ وفات نواب مصطفیٰ خان شیفتہ شاعر بے عدیلِ دہلی :

شیفتہ شاعر مستی ناکہ
جان بہ جان آفریں سپردِ افسوس
بہرِ تاریخ از فلک جویا
گفتِ ہاتھ ”بلغِ مُرد“ افسوس

(صفحہ ۴۶، ۴۷، سرود غیبی مسمئی بہ خیابان التواریخ از جویا)

چو رفت از جہاں مصطفیٰ خان امیر
کہ بود اصل پاکیزہ و پاک فرع
خداوندِ تقویٰ، خداوندِ زہد
فقیرِ آشنا، سالکِ راہِ شرع

شد از فوت آن بے سروہا تمام
وفا و کرم ، بذل و تقویٰ ، و رحم

$$۸۰ + ۲۰۰ + ۲۰۰ + ۱۰۶ + ۲۰۰ = ۸۱۲۸۶$$

(از خواجہ کرامت علی ہانی ہتی ، حاشیہ صفحہ ۵۸)

کلیات شیفتہ و حسرتی

شادی اور اولاد

بقول مالک رام^۱ شیفتہ نے دو نکاح کیے تھے - پہلی بیوی سے محمد علی خان متخلص بہ رشکی پیدا ہوئے اور دوسری بیوی افضل بیگم سے دو لڑکے نقش بند خان اور محمد اسحاق خان ہوئے۔ نقش بند خان کی تعلیم کے لیے مولانا حالی مقرر ہوئے تھے۔ (وفات ۵ نومبر ۱۸۷۷ ع عمر پچیس سال)۔

نواب محمد علی خان اسپرہیل لیجسلیٹو کونسل کے ممبر تھے - آخر میں ریاست رام پور کے رولپو ممبر رہے - ۱۸۸۶ ع میں انتقال ہوا۔ نواب حاجی محمد اسحاق خان صوبہ متحدہ میں ڈسٹرکٹ ججی کے عہدے پر ممتاز رہ کر ریاست رام پور میں مدار المسام ہوئے۔ اس کے بعد ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ میں آنریری سکریٹری کی خدمات انجام دے کر ۱۹۱۸ ع^۲ میں انتقال کیا۔

تصانیف

۱۔ شیفتہ کی پہلی تالیف تذکرہ گلشن بے خار (۱۲۳۸ھ تا ۱۲۵۰ھ) ہے۔ یہ اردو شعرا کا تذکرہ اپنی خوبیوں کے لحاظ سے تمام ارباب نظر سے خراج تحسین حاصل کرتا رہا ہے۔ البتہ محترم ڈاکٹر عندلیب شادانی کو شیفتہ کی نقادی سے انکار ہے۔ محترم

۱۔ تلامذہ غالب ، ص ۱۸۵ - کلیات شیفتہ و حسرتی، ص - ۳۷۱، ۳ -

۲۔ محمد کبیر خان رسا جاندھری نے ان کی وفات پر ۲۲ بند کا مرثیہ لکھا تھا (غیر مطبوعہ مرثیہ دیوان رسا)

سید عابد علی صاحب عابد مدیر صحیفہ (ملاحظہ ہو شمارہ اپریل ۱۹۶۴ء، تنقیدی مقالے پر مختصر تبصرہ) نے حال ہی میں شیفہ کی تنقیدی صلاحیت کا احساس دلایا ہے۔

۲۔ دیوان آردو شیفہ ۳۲، ۱۸۳۱ء میں مرتب ہو چکا تھا۔ اس میں ۱۲۸ غزلیں تھیں اور چند مثنویاں۔ بعد میں ۱۸۵۵ء میں ۴۶ غزلیں مزید شامل کر کے شیفہ نے یہ دیوان مطبع آئینہ سکندری میرٹھ میں چھپوایا۔ (ہائچ غزلیں غیر مطبوعہ اس دیوان میں شامل نہیں کیں)

۳۔ سفر نامہ حجاز (فارسی) جس کا نام ”ترغیب السالک الی احسن المسالک مسیحی بہ رہ آورد“ ہے، اس کی طباعت ۱۲۸۳ھ میں مطبع مصطفائی دہلی میں ہوئی تھی۔ ۱۲۵ ورق جس میں ”رہ آورد“ نام تبدیل کیا تھا، مطبع مرتضائی دہلی میں چھپے تھے۔ (اس کا آردو ترجمہ ۱۹۱۰ء میں ”سراج منیر“ کے نام سے سید زین العابدین نے شائع کیا تھا)

۴۔ دیوان فارسی اور رقعات فارسی (جو کلیات شیفہ و حشری مطبع نظامی پریس بدایوں ۱۹۱۶ء میں شامل ہیں)۔

۵۔ مالک رام نے بہ حوالہ کاربن دتاسی ابن جوسزی کے مولد محدث کا لکھنؤ سے آردو ترجمہ شائع ہونے کا ذکر کیا۔ چونکہ اس کا ذکر کسی تذکرہ نویس نے نہیں کیا ہے اس لیے کاربن دتاسی کا یہ دعویٰ قابل تسلیم نہیں۔

شخصیت

سومن خان نے ”گلشن بے خار“ کی تقریظ میں شیفہ کی سخن گوئی کی ذات ان الفاظ میں دی ہے : ”سخن سنجان را نوید کہ شیفہ معنی لواز داد سخن شناسی دادہ و سخن شناسان را مژدہ کہ

۱۔ نقوش، آپ بیتی نمبر ۱۰، ۱۹۶۴ء، صفحہ ۱۶۶۳ از پروفیسر سید وزیر الحسن عابدی۔

داور دادگر نصیحت سرشت افتادہ - - -

نہ دیدم چنین شاعر لکته سنج

کہ ریزد ز کلکش گہر گنج گنج

بہ دقت اگر موشگافی کند

ز موے میاں شعر باقی کند

قلم راں بہ ملک سخن گستری

ز آوازہ دارد جہاں داوری

بہ نسبت ہم زبانی می لازم و بہ دولت قدر دانیش از سرمایہ

از مخاطب بے نیاز -

(گلشن بے خار، صفحات ۲۳۸ تا ۲۵۳، مطبع تول کشور

۱۸۷۳ء)

مفتی صدر الدین خاں آزرہ تقریظ ”تذکرۃ گلشن بے خار“

(صفحات ۲۵۲ تا ۲۵۶) میں لکھتے ہیں :

”شیفتہ - لالی مشور سخن طرازاں را از نظم او پایہ بلند

است و رباعین مشور لکته پردازاں را از فراہمی او مابہ

ارجعند - - - رختہ کہ از قلم سلاست رقص رختہ

آبروے چشمہ سلسبیل بر خاک رختہ - - - دیوان اعجاز

توامانش محیط گوہر خیز معانی و خاطر از تصور خیالات

الوانش لوحہ برقش و نگار نقوش آہانی - - -

اسی طرح علوی اور صہبائی اور غالب نے شیفتہ کے تذکرے

کے تحت اس کی سخن گوئی اور سخن نہی کی داد دی ہے -

حالی ”یادگار غالب“ میں ان کی مرزا سے شاگردی کے بارے

میں لکھتے ہیں :

”نواب محمد مصطفیٰ خاں مرحوم جو فارسی میں حسری

اور اردو میں شیفتہ تخلص کرتے تھے ، اگرچہ مرزا کے

تلامذہ میں شمار نہیں ہوتے تھے بلکہ جب تک موسیٰ خاں

زندہ رہے انہیں سے مشورۂ سخن کرتے رہے ، لیکن خان موصوف کی وفات کے بعد رخنہ اور فارسی دونوں زبانوں میں وہ برابر مرزا کو اپنا کلام دکھاتے اور اگر ہارا قیاس غلط نہ ہو تو مرزا کے بعد ان کے معاصرین میں سے کسی کی فارسی غزل ان کی غزل سے لگا نہیں کھاتی تھی اور شعر کا جیسا صحیح مذاق ان کی طبیعت میں پیدا کیا گیا تھا ویسا بہت ہی کم دیکھنے میں آیا ہے ۔ لوگ ان کے مذاق کو شعر کے حسن و قبح کا معیار جانتے تھے ۔ ان کے سکوت سے شاعر کا شعر خود اس کی نظر سے گر جاتا تھا اور ان کی تحسین سے اس کی قدر بڑھ جاتی تھی ۔ یہی وہ شخص تھے جن کی نسبت مرزا غالب فرماتے ہیں :

غالب بہ فن گفتگو نازد بہ این ارزش کہ او

نوش در دیوان غزل تا مصطفیٰ خان خوش نہ کرد
نواب ممدوح کی شان میں بھی مرزا کا ایک فارسی قصیدہ
ان کے دیوان میں موجود ہے جس میں فخریہ اشعار
لکھتے لکھتے کہتے ہیں :

آن ہائے تیز پروازم کہ بال
در ہوائے مصطفیٰ خان می زخم
عرف و خاقانی فرماں ہزیر
سکہ در شیراز و سروان می زخم

ذہل کی غزل نواب مصطفیٰ خان مرحوم کے مکان پر جو
مشاعرہ ہوتا تھا ، اس میں پڑھی گئی تھی :

اے کہ راندی سخن از لکنتہ سراپان عجم
چہ بہ ما منت بسجار نہی از کم شان
ہند را خوش نساوند ۔ سخن ور کہ بود
یاد در خلوتِ شان مشک نشان از دمِ شان

مومن و تیر و صہبائی و علوی وان گاہ
حسرتی و اشرف و آزرده بود اعظم شان“
(یادگار غالب ، صفحہ ۲۱۵ تا ۲۴۹ ، مطبوعہ)

کریم الدین تذکرہ ”طبقات الشعراء ہند“ مطبوعہ ۱۸۳۸ ع
(صفحہ ۳۷۰) میں تحریر کرتے ہیں :

”شیفہ تخلص نواب مصطفیٰ خان خلف الصدیق عظیم الدولہ
سرفراز الملک نواب مرآتضیٰ خان بہادر کا ہے ۔ یہ صاحب
بہت ذکی اور ذہین ہیں ۔ اسراے شاہ جہاں آباد سے بڑے
امیر ہیں ، شاگرد حکیم محمد مومن خان کے ۔ اکثر اشعار
ان کے بہت اچھے ہوتے ہیں ۔ ایک تذکرہ ”گلشن بے خار“
انہوں نے شعراے اردو کا لکھا ہے ۔

اس سال میں یعنی ۱۸۳۷ ع میں درمیان شاہ جہاں آباد ان
کے مکان پر مشاعرہ ہوا کرتا تھا ۔ اب چند ایام سے اسباب
اس کے کہ وہ شاہ جہاں آباد میں نہیں ہیں ، موقوف
ہو گیا ہے ۔“

نصرت اللہ خان قمر کی رائے ہے :

”نکتہ سنج ، زباں دان ، در نظم و نثر یکتائے زمان ۔
فصاحت و بلاغت از طرز کلامش پیدا ، وسعت خاطر و جودت
طبع از رختہ قلمش ہویدا ۔ عذیم المثال ، کریم الخصال ،
دانائے رموز معانی ، ینائے غوامض فنکۃ دانی ،
تذکرۃ گلشن بے خار بہ عبارت شستہ و رفتہ و آب دار
یادگار است ، فاما خالی از خار نیست ، چہ گلشن را خار لازم
و آن لزوم تعصب است ، الحق کہ جز ذات حق از عیب خالی
نیست ۔ لیکن آن بزرگ فارسی خوش گفتہ گویا کہ در سفتہ ۔
چہ دربی جزو زمان شخصے از اسراے ہندوستان چنی

ہے نظیر پر نفاستہ - خداے تعالیٰ ذاتِ کرامیٰ او را پائندہ
دارد - - - - -“ (گلشن ہمیشہ چار ، صفحہ ۷۷)

صابر نے ”گلستانِ سخن“ میں شیفہ کے متعلق لکھا ہے :

”شیفہ - - - - - نواب محمد مصطفیٰ خان - - - - - آس کے
طرزِ انداز کے فرہنگ میں لفظ ناز سے معنی نیاز
مفہوم - - - - - علومِ رسمی سے کما ینبی آگاہ اور فنون
مداولہ میں کامل دست گاہ ، اصنافِ سخن میں قدرتِ تمام
اور فنونِ شنی میں سہارتِ تمام - کمالِ مرتبہ شناسی سے ہر
سخن اپنے موقع میں اور ہر نکتہ اپنے مکان میں جلوہ گر -
غزل میں شوخیِ جوانی کا اظہار اور قصیدے میں سالت
پہری کا روزِ بازار ، معنی وحدتِ الفاظِ رباعی سے آشنا -
ہنگامہ کثرتِ مثنوی سے جلوہ نما - اگر اس کلام کو
اعجاز کہیے ، لبِ دلبران کی خجالت کا خوف رہ زنِ تقریر
ہے -“ (گلستانِ سخن ، ص ۳۱۲ ، ۳۱۳ طبع اول دہلی)

مؤلف تذکرہ شمعِ سخن (ص ۷۷) صفا بدایونی لکھتے ہیں :

”شیفہ - شاگردِ مومن دہلوی - آردو فارسی دونوں زبانوں
میں خوب شعر کہتے تھے - ۸۶ - ۸۷ء میں انتقال کیا - - -
سال وفات کا مادہ ”ماتم شیفہ“ یادگار مشتاق ہے -“

لساخ صاحب ”سخن شعرا“ (صفحہ ۲۶۷) شیفہ سے شناسا تھے -

ان کا حال لکھتے ہیں :

”شیفہ - شاگردِ رشید مومن خان - اوصافِ حمیدہ ان کے
بیان ہو نہیں سکتے - ہر دو زبانِ فارسی اور آردو میں اشعار
ان کے نہایت شیریں و تمکین ہوتے ہیں - دہلی میں رہنے کے
ہنگام میں راقم کو ان کی خدمت میں نیاز حاصل ہوا تھا -
تذکرہ ”گلشنِ بے خار“ و ”رہ آورد“ حشرق و دیوان

آردو ان کا نظر سے گزرا۔ فارسی میں حسرتی تخلص کرتے ہیں اور صاحب دیوان ہیں۔ ۱۲۸۶ ہجری میں انتقال کیا۔“

صاحب ”بزم سخن“ (صفحہ ۷۱، ۷۲) کا بیان ہے :

”شیفتہ در رختہ بہ مومن خاں دہلوی تلمذ داشت و در پارسی از مرزا نوشہ بہ استفادہ پرداخت۔ گفتار دل نشینش روح فصاحت است و جان بلاغت و سخن شیرینش بیخ لطافت است و اصل سلاست۔ در ۱۲۸۶ ہجری کوس رحلت نواخت و تذکرہ و دیوانے یادگار گذاشت۔“

مؤلف تذکرہ طور کلم (صفحہ ۶۰، ۶۱) کہتے ہیں :

”اوے در رختہ شیفتہ تخلص می کند و در پارسی حسرتی و از تلامذہ حکیم مومن خاں کہے ہم جاہ او برخواست۔ میرزا نوشہ و حضرت آزرده پاوے سودنے کہہ درمیان بود نسوان گفت۔ در آن عہد کہہ پدر بزرگوارم بہ دہلی رفتند و از حضرت آزرده اکتساب علم می کردند، با جناب شیفتہ ربط خاصی داشتند۔“

مر سید احمد خاں ”آثار الصنادید“ باب چہارم صفحہ ۱۹۷

میں اس طرح مدح طراز ہیں :

”نواب محمد مصطفیٰ خاں رختے میں شیفتہ اور فارسی میں حسرتی تخلص کرتے ہیں۔۔۔ باوجود ناز و نعم ثروت کے مشق سخن کو اس سرتپے پر پہنچایا ہے کہ قلم تردد سے آسودہ نہیں ہوتا اور فکر تلاش سے۔ بلبلی کی سجع خوانی اور قمری کی فصیح بیانی انہیں کی مستعلیق گوئی سے مستفاد ہے۔ الحق پایہ فصاحت کا اور سرمایہ بلاغت کا خدا داد ہے۔“

صغیر بلگرامی نے مختصر حال لکھا ہے اور کلام پر تبصرے سے گریز کیا ہے۔ ملاحظہ ہو :

”شیفتہ شاکرد مومن خان صاحب - صاحب تذکرہ گلشن بے خار - یہ فارسی بہت کہتے تھے اور اردو بھی لڑاتے تھے اور فارسی میں حشری تخلص بھی کرتے تھے - ۱۲۸۶ ہجری میں انتقال کیا - جن دنوں مؤلف دہلی گیا تھا ، یہ دہلی میں نہ تھے -“

(تذکرہ ”جلوۂ خضر“ حصہ اول ، صفحہ ۲۲۹ ، مملوکہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری)

محسن مؤلف ”تذکرہ سراپا سخن“ (صفحہ ۲۸۴) صرف اس قدر حال لکھتے ہیں :

”نواب حاجی محمد مصطفیٰ خان بہادر شیفتہ - فارسی میں تخلص حشری ، خلف عظیم الدولہ سرسرازا الملک نواب مرتضیٰ خان بہادر مظفر جنگ باشندہ دہلی - صاحب دیوان اور تذکرہ ”گلشن بے خار“ شاکرد رشید مومن خان مومن -“

”تذکرہ نادر“ مؤلفہ کلب حسین خان نادر (صفحہ ۹۴) میں بھی اتنا ہی بیان ہے -

حالی کے ایک خط سے شیفتہ کی علمی استعداد نظروں کے سامنے آ جاتی ہے - ملاحظہ ہو :

”عندہ کے بعد جب کئی برس باقی ہت میں بے کاری کی حالت میں گزر گئے تو فکر معاش نے گہر سے نکلتے ہوئے مجبور کیا - حسن اتفاق سے نواب مصطفیٰ خان مرحوم رئیس دہلی و تعلق دار جہاں گیر آباد ضلع بلند شہر سے جو فارسی میں حشری اور اردو میں شیفتہ تخلص کرتے تھے اور

شاعری کا اعلیٰ درجے کا مذاق رکھتے تھے ، شناسائی ہو گئی اور آٹھ سات برس تک بطور مصاحب کے ان کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا ۔ نواب صاحب جس درجے کے فارسی اور اردو زبان کے شاعر تھے اُس کی یہ نسبت اُن کا مذاق شعری یہ مراتب بلند تر اور اعلیٰ تر واقع ہوا تھا ۔ انہوں نے ابتدا میں اپنا فارسی اور اردو کلام مومن خاں کو دکھایا تھا مگر اُن کے مرنے کے بعد وہ مرزا غالب سے مشورۂ سخن کرنے لگے تھے ۔ میرے وہاں جانے سے اُن کا پرانا شعر و سخن کا شوق جو مدت سے افسردہ ہو رہا تھا ، تازہ ہو گیا اور اُن کی صحبت میں میرا میلان بھی جو اب تک مکروہات کے سبب اچھی طرح ظاہر نہ ہونے پایا تھا ، چمک اُٹھا ۔ اسی زمانے میں اردو اور فارسی کی اکثر غزلیں نواب مرحوم کے ساتھ لکھنے کا اتفاق ہوا ۔ انہیں کے ساتھ میں بھی جہاں گبر آباد سے اپنا کلام مرزا غالب کے پاس بھیجتا تھا ، مگر درحقیقت مرزا کے مشورے اور اصلاح سے مجھے چنداں فائدہ نہیں ہوا ۔ بلکہ جو کچھ فائدہ ہوا وہ نواب صاحب مرحوم کی صحبت سے ہوا ۔ ۔ ۔ ۔“

خود حالی کا قول ہے کہ شیفہ مبالغے کو ناپسند کرتے تھے اور حقائق اور واقعات کے بیان میں لطف پیدا کرنا اور سیدھی سادی اور سچی باتوں کو محض حسن بیان سے دل فریب بنانا اسی کو منہاے کمال شاعری سمجھتے تھے ۔ چھچھورے اور بازاری الفاظ و محاورات اور عامیانہ خیالات سے شیفہ اور غالب دونوں متنفر تھے ۔ ۔ ۔

ان کے خیالات کا اثر مجھ پر بھی پڑنے لگا اور رفتہ رفتہ ایک

کی کیفیت سنجے کہ تمام علوم رسمی اور فنون متداولہ سے آشنا تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ صحبت ان لوگوں کی باقی تھی جن کے نام کے ساتھ کمال سخن کا ذکر ہمیشہ وابستہ رہے گا، یعنی غالب و مومن و آزرده، جن میں سے ہر ایک یادگار زمانہ تھا۔

اساتذہ قدیم کی یہ ایک خاص روش تھی کہ دیوان ریختہ کے ساتھ دیوان فارسی اور بعض صورتوں میں تذکرۂ شعراء بھی ضرور لکھتے تھے؛ گویا ان کے نزدیک حصول پایۂ استادی کا بھی ثبوت ہوتا تھا۔

میر و سرزا سے لے کر غالب و مومن تک اکثر شعرا نے اس خصوصیت کو ملحوظ خاطر رکھا اور شیفتہ نے بھی اس کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ چنانچہ اردو دیوان کے علاوہ ان کا فارسی دیوان اور تذکرۂ شعراء (گلشن بے خار) بھی مقبول اہل نظر ہے۔ فارسی میں حسرتی تخلص کرتے تھے اور ایک انداز خاص کے مالک تھے۔۔۔۔۔“

(آردوئے معلّیٰ (علی گڑھ) اکتوبر ۱۹۰۴ء، صفحات ۱ تا ۸)

مولانا محمد حسین آزاد نے ان کا ذکر بہ سلسلہ شاگردان مومن کیا ہے اور انشا کے ذکر میں ان کے تذکرے پر تنقید کی ہے۔ قطب الدین یامین نے ”گلستان بے خزاں“ صرف اس وجہ سے لکھ ڈالا کہ ان کے محبوب شاعر نظیر اکبر آبادی کو بازاری شاعر کہا گیا تھا۔ مؤلف گل رعنا حسرت موہانی اور مالک رام وغیرہ نے ان کی حیات میں بہت کچھ لکھا ہے۔ بعد کے پیش در تذکرہ نگاروں نے حالی اور حسرت وغیرہ کی رائیں نقل کر کے حالات یا تنقید کلام میں اضافہ نہیں کیا ہے، اس لیے ان کو نقل نہیں کیا گیا؛ صرف

مؤلف ”دلی کا دبستان شاعری“ کا بیان نقل کیا جاتا ہے جس کے بعض فقرے قابل غور ہیں :

”عہد مصطفیٰ خان شیفتہ شعر گوئی اور سخن فہمی کا بڑا اعلیٰ مذاق رکھتے تھے۔ گرمی اور لذت کے علاوہ جو ان کے کلام میں خدا داد ہے ، اس میں شکوہ الفاظ اور چستی تراکیب بھی پائی جاتی ہے جو کسی وقت سودا اور شاہ نصیر کا حصہ تھی۔ کلام میں بندش الفاظ اور ترکیب کی روش اور رعایت اسی طرح کی ہے جو غالب اور خاص کر سمن میں پائی جاتی ہے۔ متانت اور سنجیدگی ان کے یہاں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ کسی موقع پر تہذیب کے پہلو کو نظر انداز نہیں کرتے۔“

(”دلی کا دبستان شاعری“ از ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی)

صفحات ۲۵۶ تا ۲۶۰)

دیباچہ دیوان

از شیفته

۱۲۲۷ھ

اے فیض تو یکشودہ زبانِ ها بہ بیانِ ها
حمدِ تو فروستہ بیانِ ها بہ زبانِ ها

اما بعد شیفتہ آشفته روض ، آن نہفتہ رازِ ها را کہ با دلِ درمیان
نہ توان نہاد ، بہ فرمانِ جنوں با زبانِ گفت و زبانِ تنگ حوصلہ از
شادیِ بچنید و دلِ ها بچناید ۔ قصہ خلوتِ مریم و جبرئیل بہ بازار
رفت و سخن لبِ هاے عیسیٰ بر زبانِ آمد ۔ قوسے تسلیم کردند
و گروہ انکار ۔ جمعے را رشک پریشان ساخت و طائفہ را شوق
بے آرام ۔ رد و قبول را ہنگامہ گرم شد و سہر و کہیں را ہنگام رسید ۔
لیک الدیشی من از حد گذشت کہ مرا بر دو دل بسوخت ، و جبین
از خوسے خجالت تر آمد کہ با یکے یکی نرفت ، با چشمے از شرم فرو شدہ
و رنگے از حیا بر رخ شکستہ ، للاق خواہ شدم و بے قرار تر گشتم
کہ رضائے خاطر دشمنی کیشان در خموشی بود و کشادِ عقدہ دل
دوستی الدیشان وابستہ بر تکلم ، و پیداست کہ بر جمیع افتداد
چیرہ دستی کراست ۔ لا جرم نظر بہ ”ما لا یدرک کلا لا یتربک کلا“
صلاح کار دوان دیدم کہ نخستین گفتارِ ها را کہ حکّ آن از صفایِ خائِر و
عمرِ آن از صحائفِ قلوبِ کار بست کہ جادوانِ بابل را دلِ خون کند بر
جامے خود دارم و آئندہ از رازِ کوئی با زبانِ ناعمرم بہ پرهیزم کہ
فی الجملہ ہر دو را عذر خواستہ باشم و با ہر یکے آشتی کردہ ، امّا ترسم

که دگر حدیثی را زبان از دل بزدود ، و کم ظرفی قدیم از نو بکار
 برد - هر چند نمایان پاس ها داشته آید ، ولی به فرمان احتیاط هم
 امروز گویم که فردا از لاکشین عهد نه شایندم که آن را نیز
 در پی کرامی نامه جاس خواهد بود گو دل اعدا از غصه خون شود ،
 چند ستم با حبیبان رود - رباعی :

کردم صد گونه جور با اهلِ وداد
 و بی طرفه که بهر پاس از بابِ عناد
 افغان از فکر بد سکالم افغان
 فریاد ز نیکی سرشتم فریاد

بنا برین قرار داد فراهم آوردن پراکنده سخن ها ضرورت
 افتاد - از بسیار کم یافتم و خرسند شدم و آن کم مقدار را بیش قدر دادم
 و محزون گشتم سخن از رغبت دل دراز آمد ، کبر و انکسار بر طرف ،
 دیوان مختصر را دیباچه مختصر باید - اکنون هم اگر از بے صرحه
 خراسی و بے پاک روی دم گرفته آید ، ناشناسان را مجال دور باش لیست
 تا از شناسندگان چه بیم و حقیقت بیم هم از ایشان است ، ناچار یک دو
 سخن ناگزیر گزارده ورق دفتر می نوردیم - که در سال
 شانزدهم نیروی سخن گوئی دادند ، شیوا بیانی بر تر از عادت
 بخشیدند و در بست و سیوم بال اعراض کرامت کردند و یک باره دل
 ازین شغل برگرفتند ، و هر دو بار گران بار منت نهادند و آن روز بر
 هزار و دو صد چهل افزون بود و امروز بر چهل هفت افزون است ، بکمی
 از قدر شناسان منت را سعادت ازلی در اضطراب افکند - تا لخته
 بار از دوش انداخت سال نظم و ترتیب از اعداد حروف "نظم عالم
 پسند" بر آورد و خود را میان عالم به پسندیدگی و خجستگی
 نامور ساخت -

کلیات شیفته

مربعہ

کلبِ علی خاں فائق



دریغ الف

۱

خواہاں ہوں بوئے باغِ تنزہ شمیم کا
 یا رب ادھر بھی بھیج دے جھونکا نسیم کا
 تیرے گدا کو سلطنتِ جم سے کیا، کہ ذوق
 ہے کلسہ شکستہ میں جامِ دو نیم کا
 لیرنگِ جلوہ، بارگاہِ ہوش سوز ہے
 کیا استہاز رنگ سے کیجئے شمیم کا
 تیری نسیمِ لطف سے گل کو شکفتگی
 وابستہ تیرے حکم پہ چلنا نسیم کا
 واجب کی حکمت آئے گی ممکن کی عقل میں؟
 کتنا دماغ ہے خلل آگیاں حکیم کا
 دقت سے پہلے عجزِ سلامت کی راہ ہے
 کیسا سہاس دار ہوں عقلِ سلیم کا
 میری فدا ہے مشعلِ محفلِ بقا
 پروانہ ہوں میں پر نورِ شمعِ قدیم کا
 گر تیرے شوق میں ہیں پی بے قرارِ ہاں
 لے لوں گا ہوسہ پایۂ عرشِ عظیم کا

طاعت اگر نہیں تو نہ ہو یاں کس لیے
 وابستہ سبب ہے کرم کب کرم کا
 جس وقت تیرے لطف کے دریا کو جوش آئے
 فتاوہ جنان ہو زبانہ جحیم کا
 اے شیفۃ عذابِ جہنم ہے کیا مجھے
 میں آمتی ہوں تار و جنان کے نسیم کا

۲

یہ فیضِ عام شیوہ کہاں تھا نسیم کا
 آخر غلام ہوں میں تمہارا قدیم کا
 بیانِ ترکِ جاہ لیا پیرِ تدبیر نے
 بیانہ دے کے بادۂ عنبرِ شمیم کا
 کیا ڈھونڈھتی ہے قوم ، کہ آنکھوں میں قوم کی
 خلدِ بریں ہے طبقۂ اسفلِ جحیم کا
 اُس شوخ کچ ادا سے نہ آئی موافقت
 کیوں کر گلہ نہ ہو مجھے طبعِ سلیم کا
 شکوے یہ اب جو ہونے ہیں باہم ، لئے نہیں
 اندازِ ہم میں ، اُن میں ہیں ہے قدیم کا
 اُس وقت ہم گئے گئے احبابِ خاص میں
 آیا جو تذکرہ کبھی لطفِ عیم کا
 بد مستیاں کبھی ، کبھی مستوری و عفاف
 دستور ہے طبیعتِ نا مستقیم کا
 اُس رشکِ گل کو بسترِ گل سے ہے احتراز
 ممنون ہوں عدو کے مزاجِ سلیم کا

اے جانِ بے قرار ذرا صبر چاہیے
 بے شک ادھر بھی آنے کا جھولکا نسیم کا
 جس کی سرشت صاف نہ ہو آدمی نہیں
 لبرنگ و عشوہ کام ہے دیورِ رجیم کا
 اب جستجو ہے آن کو ہماری تو کیا حصول
 جاتی نہیں اثر بھی عظامِ رسم کا
 عاشق بھی ہم ہونے تو عجب شخص کے ہونے
 جو ایک دم میں خون کرے سو ندیم کا !
 ہم نے کیے قواعد وحشت جو منضبط
 ناعل جنوں میں ہم گو لب ہے حکیم کا
 ہے کلزاسہ جب سے بیاض ابنی شیفٹہ
 تقویمِ سالِ رفتہ ہے دیواں کلیم کا

جب سے عطا ہوا ہمیں خلعتِ حیات کا
 کچھ اور رنگ ڈھنگ ہوا کائنات کا
 شیشہ آئار، شکوے کو بالائے طاق رکھ
 کیا اعتبار زندگی بے ثبات کا
 لڑتے ہو جب رقوب سے کرتے ہو مجھ سے صلح
 مشتاق ہاں نہیں کوئی اس الشفات کا
 گر تیرے تشنہ کام کو دے خضر مرتے دم
 ہانی ہو خشک چشمہ آبِ حیات کا
 ہاں خسار و خس کو بے ادبی سے نہ دیکھنا
 ہاں عالمِ شہود ہے آئینہ ذات کا

کہتے ہیں جان ، جانتے ہیں بے وفا مجھے
کیا اعتبار ہے آنہیں دشمن کی بات کا

واعظ جنوں زدوں سے نہیں باز ہر سرِ حشر
ہر آپ فکر کیجیے اپنی نجات کا

جوشِ سرشکِ خوں کے سبب سے دمِ رقم
نامہ نہیں رہا یہ ورق ہے برات کا

اے مرگ آ، کہ میری بھی رہ جائے آبرو
رکھا ہے آس ۔ سوگِ عدو کی وفات کا
ایسے کے آگے شیفقہ کیا جل سکے جہاں
احسان ایک عمر رہے ، ایک رات کا

کیا فائدہ لصیحتِ لاسودِ مسند کا
کیا خوب ہند گو بھی ہے عناجِ ہند کا

جب میں نہیں پسند تو پھر اور آچکے
عاشق ہوں اس کی خاطرِ مشکلِ پسند کا

اے بادِ صبحِ قبا بہ کجا احتزازِ گل
گوشہ آٹ دے باز کے منہ سے ہرند کا

آسِ ماہِ وحش کو غیرِ سیہ رو سے کام کیا
ہے فیضِ اپنے اخترِ بختِ نژاد کا

آسِ کوچی میں ہے عزتِ خسرو گدا سے کم
کیوں نازِ مستمند سے ارجمند کا

لہلہ تو تارسا نہیں کیوں کر گلہ کروں
میں شکوہ سنج ہوں ترے کاغذِ بلند کا

دیوان کو ہمارے ، بتوں کی نگاہ میں
اے شیفتہ وہ رتبہ ہے جو بید و زند کا

۵

کچھ انتظار مجھ کو نہ مے کا نہ ساز کا
ناچار ہوں کہ حکم نہیں کشفِ راز کا
لگتی نہیں ہلک سے ہلک جو تمام شب
مے ایک شعبدہ مژدہ نیم باز کا
دشمن بنے صبح جگانے میں یار کو
یہ وقت ہے نسیمِ سحر احتراز کا
ایمن ہیں اہل جذبہ کہ رہبر ہے آن کے ساتھ
سالک کو مے خیالِ نشیب و فراز کا
بھسنے کے بعد بھی ہے وہی دل شکستگی ا
کیا خوب جال ہے نگہِ جاں نواز کا
تلقینِ سرا شعار مے عصمتِ مرشدِ دوست
بہر مجھ سے کون سا ہے سببِ احتراز کا
ہارے عجیب بات تو پھیلی جہان میں
ہایا کسی نے گوئی افشائے راز کا
ساقی کے ہیں اگر یہی الطاف ، کیا عجب
ارض و سما میں ہوش نہ ہو امتیاز کا
پیرِ مغان نے رات کو وہ کچھ دکھا دیا
ہرگز رہا نہ دھیان بھی حسنِ مجاز کا
دیشا ہے داغِ رشک پرندِ سپر کو
جلوہِ مہماری معجزِ گوہرِ طراز کا

ہانی وضو کو لاؤ رخِ شمع زرد ہے
مینا اٹھاؤ وقت اب آیا نماز کا

پکتا کسی کو ہم نے نہ دیکھا جہان میں
طلولِ املِ جواب ہے زلفِ دراز کا
جورِ اجل کو شوخی ہے جا کہا کیا
تھا محو شیفۃ جو کسی مستِ ناز کا

نہ اس زمانے میں چرچا ہے دانش و دین کا
نہ شوقِ شعرِ ترو بندہ ہائے رنگیں کا
شیرِ زلفِ ہی ہے تو وحشتِ دل نے
کب انتظار کیا موسمِ ریاحیں کا
بہاتِ نعل نے کس واسطے بٹھا رکھیں
نہیں ستارہ گہرِ خالِ دندانِ پروں کا
ازل میں دیکھنے ہی ہم سخن کو سمجھے تھے
کہ مشتری نہیں اس کو عمرِ نو آئیں کا
نما نما ہے نہایت خلافِ شیوۂ عشق
غلط ہے شوقِ ہمیں گریہ ہائے رنگیں کا
وہ طرفہ حال کہ جس سے جہادِ رقص کرے
نہ رنگ بھی متغیر دو اہلِ تمکین کا
ہزار مرتبہ فرہاد جانِ شیریں دے
وہی ہے حقِ تمکِ عشوہ ہائے شیریں کا
عجیب حال میں ہے شیفۃ معاف کرو
جو کچھ قصور بھی ہو اس غلامِ دہریں کا

ہائے اُس برقی جہاں سوز ہر آنا دل کا
 سمجھئے جو گرمی ہنگامہ جلانا دل کا
 ہے ترا سلسلہ زلف بھی کتنا دل بند
 پہنسنے سے پہلے بھی مشکل تھا چھٹانا دل کا
 دیکھتے ہم بھی کہ آرام سے سوتے کیوں کر
 نہ سنا تم نے کبھی ہائے فسانہ دل کا
 ہم سے پوچھیں کہ اسی کھیل میں کھوئی ہے عمر
 کھیل جو لوگ سمجھتے ہیں لگانا دل کا
 غالبیت چاہِ ذوق میں خبر اُس کی ہائی !
 مدتوں سے نہیں لکنا تھا ٹھکانا دل کا
 کس طرح درد محبت میں جھاؤں اُس کو
 بھید لڑکوں سے نہیں کہتے ہیں دانا دل کا
 ہم یہ سمجھتے تھے کہ آرام سے تم رکھو گے
 لائیے تم کو ہے منظور سنانا دل کا
 ہم بھی کیا سادے ہیں کیا کیا ہے توقع اُس سے
 آج تک جس نے ذرا حال نہ جانا دل کا
 جلوہ گاہِ غم و شادی ، دل و شادی کم یاب
 کیوں نہ ہو شکوہ سرا ایک زمانا دل کا
 شکل مائلندِ پری اور یہ انسونِ وفا
 آدمی کا نہیں مقدور بھانا دل کا
 شیفۂ ضبط کرو اہسی ہے کیا بے تاب
 جو کوئی ہو تمہیں احوال سنانا دل کا

ہم ہر ہے التفات ہمارے حبیب کا
گیرا مگر نہیں ہے نفس عندلیب کا

اب وہ ہے جلوہ ریز لباسِ سہاس میں
جو عہدِ کودکی میں گلہ تھا ادیب کا
اچھا جو اُس کو سولکھے تو آجانے اُس کو غش
اچھا اثر ہے زلفِ معنبر کی طیب کا

تیری کلی سے آگے نہ ہرگز ہوا چلے
کوچی سے تیرے پاؤں نہ اُلھے ، غریب کا

مصروف ہے بہت وہ ہمارے علاج میں
ہم بھی ذرا علاج کسریں گے طیب کا

تسلیم سے وفاق ، رضا سے ہے اتفاق
نے چرخ کا گلہ ، لہ گلہ ہے نصیب کا

ہم پاؤں پھولک پھولک کر رکھتے ہیں کیا کریں
اُس ہزم میں ہے دخل سراسر رقیب کا

ہو جائے کلمہ لیس شگرفانِ میکدہ
جس کو کہ اشتیاق ہے حالِ عجیب کا

ستے ہی نام دشمنِ صد سالہ ہو گیا
ہوچھا جو مجھ سے نام کمی نے حبیب کا

اُس رشکِ گل نے لی ہے جو بلبل تو شیفتہ
دیکھے چمن میں شور کوئی عندلیب کا

بحر ہوں میں جو اُس ستم گر کا
 ہے کلمہ اپنے حالیِ بہتر کا
 حال لکھتا ہوں جانِ مضطر کا
 رگِ بسمل ہے تارِ مضطر کا
 آنکھ بھرنے سے تیری، مجھ کو ہوا
 گردشِ دھڑ دور ساحلِ گر کا
 شعلہ رو یار، شعلہ رنگِ شراب
 کامِ بیاں کیا ہے دامنِ تر کا
 شوق کو آج بے قراری ہے
 اور وعدہ ہے روزِ محشر کا
 نقشِ تسخیرِ غیر کو اُس نے
 خوں لیا تو مرے کیوتر کا
 میری ناکامی سے لنگ کو حصول ؟
 کام ہے یہ اُس ستم گر کا
 اُس نے عاشق لکھا عدو کو لقب
 مائے لکھا مرے مقدر کا
 آپ سے لحظہ لحظہ جاتے ہو
 شیفۃ ہے خیال کس گھر کا

سب حوصلہ جو صرف ہوا جورِ بار کا
 مجھ پر گامہ رہا ستمِ روزگار کا
 تھا کیا ہجومِ بہرِ زیارتِ ہزار کا
 گل ہو گیا چراغِ ہمارے مزار کا

جور و جفا بھی غیر ہر اے ہارِ دل شکن
 کچھ بھی خیال ہے دلِ اسیدوار کا
 کھلنے لگے ہیں از سرِ نو غنچہائے زخم
 یہ فیض ہے صبا کے دمِ مشک ہار کا
 گر چاہتے ہو جامہ نہ ہو چاکِ نامحو!
 منگوا دو پیرہن مجھے آسِ کلی عذار کا
 ہر کوچہ میں کھلی ہے جو دکانِ مے فروش
 کیا فصل ہے شراب کی، موسمِ بہار کا؟
 کھبرا کے اور غیر کے پہلو سے لگ گئے
 دیکھا اثر یہ فائدہ بے اختیار کا
 وہ آئے آئے غیر کے کہنے سے توہم گئے
 اب کیا کروں علاجِ دلِ بے قرار کا
 آزاد ہے عذابِ دوعالم سے شیفتہ
 جو ہے اسیرِ سلسلۂ تابِ دار کا!

آسِ بزم میں ہر چیز سے کم تر نظر آیا
 وہ حسن کہ خورشید کے عہدے سے بر آیا
 بے فائدہ ہے وہم کہ کیوں بے خبر آیا
 اس راہ سے جاتا تھا ہمارے بھی کھرا آیا
 کچھ دور نہیں اُن سے کہ لبرجِ بتا دیں
 کیا فائدہ گر آنکھ سے لختِ جگر آیا
 گو کچھ نہ کہا پر ہوئے دل میں متاثر
 شکوہ جو زباں پر مری آشفہ تر آیا

بے طاقتی، شوق سے میں آٹھ ہی چکا تھا
 لہاکہ وہ بے تاب مری قبر پر آیا
 بے قدر ہے مفلس شجر خشک کی مانند
 ہاں درہم و دینار میں برگ و ٹبر آیا
 حالِ دلِ صد چاک پہ کشتا ہے کلیجا
 ہر پہارہ اک الہاس کا ٹکڑا نظر آیا
 دیکھیے کہ جدائی میں ہے کیا حال، وہ بدظن
 اس واسطے شب گھر میں سرے بے خبر آیا
 کیا دیر ہے اے ساقی، کل فام سحر ہے
 کیا عذر ہے اے زاہدِ خشک ابر تر آیا
 روداد میں ہیں شیفۂ کی مختلف اقوال
 بوجھیں گے وہاں سے جو کوئی معتبر آیا

۱۲

جب رقیبوں کا ستم یاد آیا
 کچھ تمھارا بھی کرم یاد آیا
 کب میں حاجت پرہیز پڑی
 غم نہ کھایا تھا کہ ستم یاد آیا
 نہ لکھا خط کہ خطِ پیشانی
 مجھ کو ہنگامِ رقم یاد آیا
 شعلہ زخم سے اے صید فکن
 داغِ آہوے حرم یاد آیا
 ٹھہرے کیا دل کہ قری شوقی سے
 اضطرابِ بے ہم یاد آیا

خوئیؑ بخت کہہ بیانِ عدو
 اُس کو ہنگامِ قسم یاد آیا
 کھل کئی غبر سے آفت اُس کی
 جامِ آسے سے بجھے جم یاد آیا
 وہ مرا دل ہے کہ خود بینوں کو
 دیکھ کر آئینہ کم یاد آیا
 کس لیے لطف کی باتیں ہیں پھر
 کیا کوئی اور ستم یاد آیا
 ایسے خود رفتہ ہواے شیفۃ کیوں
 کہیں اُس شوخ کا رَم یاد آیا

۱۳

قبر پر وہ بتِ کلِ فام آیا
 بارے مرنا تو مرے کام آیا
 دو قدم یاں سے وہ کوچہ ہے مگر
 نامہ پر صبح گیا، شام آیا
 سرکنے پر نہ گیا رنج کہ وہ
 گور پر آئے تو آرام آیا
 خیر باد اے ہوسِ کام کہ اب
 دل میں شوقِ بتِ خود کام آیا
 شمع کی طرح آٹھے ہم ابھی جب
 دشمنِ لبرہ سر انجام آیا
 جب سری آہ فلک پر پہنچی ا
 تب وہ مفرور سرِ بام آیا

جلد مشکواۃ شرابِ گل رنگ
شیفتہ ساقِ گل فام آیا

اُس سے میں شکوے کی جا شکرِ ستم کر آیا
کیا کروں تھا مرے دل میں سو زباں ہر آیا
قبر سے آٹھ کے بھی دھیان مکرر آیا
وہ تو آئے نہیں میں آپ میں کیوں کر آیا
وعدہ کس شخص کا اور وہ بھی نہایت کچا
ہم بھی کیا خوب ہیں سچ سچ ہمیں باور آیا
مجھ سے وہ صلح کو اس شان سے آئے گویا
جنگ کے واسطے دارا سے سکندر آیا
جذباتِ شوق کی تاثیر اسے کہتے ہیں
سن کے قاصد کی خبر آپ وہ در ہر آیا
خاک ہونے کا مرے ذکر نہ آیا ہو کہیں
آج اُس بزم سے کچھ غیر مکندر آیا
اڑ گئے عوش کہ پیغامِ اجل ہے یہ جواب
کوچہ یار سے زخمی جو کبوتر آیا
دلِ صد چاک میں ہے کاکلِ مشکیں کا خیال
کہ مجھے گریہ جو آیا تو معطر آیا
اے اجل نیم نگہ کی تو مجھے مہلت دے
اجلِ ماتم میں یہ چرجا ہے کہ دلبر آیا
اپنی محفل سے یہ آزدہ اُلھایا مجھ کو
کہ منانے کے لیے آپ مرے گھر آیا

نہ دبا ہائے مجھے لذتِ آزار نے چین
دل ہڑا رخ سے خالی بھی تو جی بھر آیا
آپ مرنے تو ہیں پر جیتے ہی بن آئے گی
شیفتہ ضد پہ جو اپنی وہ ستم گر آیا

۱۵

رات واں کل کی طرح سے جسے خنداں دیکھا
صبح بابل کی روشِ ہمدِ افغان دیکھا
کوئی بے جاں جہاں میں نہیں جیتا لیکن
تیرے مہجور کو جیتے ہوئے بے جاں دیکھا
میں نے کیا جالیے کس ذوق سے دی جاں دمِ قتل
کہ بہت آس سے ستم گر کو ہشیاں دیکھا
نہ ہوا یہ کہ کہی اپنی گلے پر دیکھی
ہوں تو سو بار ترا خنجرِ ہراں دیکھا
اس طرف کو بھی لگہ تا سرِ مرگاں آئی
بارے کچھ کچھ اثرِ گریہ نہاں دیکھا
ہانی ہانی ہوئے مرقد پہ سرے آگے وہ جب
شمع کو لعش پہ پروانے کی ، گریاں دیکھا

قطعہ

غم غلط کرنے کو احباب ہمیں جانبِ باغ
لے گئے کل تو عجب رنگِ گلستان دیکھا
”ورد میں خاصیتِ اخگرِ سوزاں پائی
نسترن میں اثرِ خارِ میلان دیکھا“

ایک نالے میں ستم ہمارے فلک سے چھوڑے
 جس کو دشوار سمجھتے تھے سو آسان دیکھا
 کون کہتا ہے کہ ظلمت میں کم آتا ہے نظر
 جو نہ دیکھا تھا سو ہم نے شبِ ہجران دیکھا
 شیفہ زلفِ ہری رو کا ہڑا سایہ کہیں
 میں نے جب آب کو دیکھا تو پریشان دیکھا

۱۶

جفا و جور کا آس سے گلا کیا
 جو بوجھے سہربانی کیا وفا کیا
 وہ بے پروا جوابِ نامہ لکھے
 خدا جانے کہ دشمن نے لکھا کیا
 دیا کیوں ہونے آس بد خو بہ عاشق
 ہمارا دوست کوئی بھی نہ تھا کیا
 شیمِ کلی میں بوئے پیرہن ہے
 غلط ہے یہ کہ احسانِ صبا کیا
 نہ لکھنا تھا غمِ ناکامی "عشق
 جوابِ نامہ بے مدعا کیا
 ہمیں تھا آپ قصدِ عرضِ احوال
 جو وہ خود بوجھتے ہیں بوجھنا کیا
 تماشا ہے جلے گھرِ خانہ غیر
 وہ کہتے ہیں کہ آہِ شعلہ زاکا کیا
 لینا عاشقانِ عینِ بقا ہے
 دہت زلدوں کی کیسی، بخوں بہا کیا

اگر ہے ہوا لہوس تو قتل کر چک
عدو سے وعدہ شوق آزما کیا

قطعہ

کہا کل میں نے اے سرمایہ ناز
تِلّوں سے ہے تم کو مدعا کیا
کبھی مجھ پر عتابِ بے سبب کیوں
کبھی بے وجہ غیروں سے وفا کیا
کبھی محفل میں وہ بے باکیاں کیوں
کبھی خلوت میں یہ شرم و حیا کیا
کبھی ممکنِ وصولت آفریں کیوں
کبھی الطافِ جبرأت آزما کیا
کبھی وہ طعنہ ہاے جاں گزا کیوں
کبھی یہ شمرہ ہاے جاں فرا کیا
کبھی شعروں سے میرے نغمہ سازی
کبھی کہنا کہ یہ تم نے کہا کیا
کبھی بے جرم یہ آزرہ ہرنا
کہہ کیا طاقت جو پوچھوں میں 'غطا کیا'
کبھی اس دشمنی پر پھر تسکین
پئے ہم جلوہ ہاے دلربا کیا
یہ سب طول اُس نے سن کر بے تکلف
جواب اک مختصر مجھ کو دیا کیا
ابھی اے شیفٹہ واقف نہیں تم
کہ باتیں عشق میں ہوتی ہیں کیا کیا

وہ پری وشن عشق کے افسوں سے مائل ہو گیا
 مفت میں مشہور تہیں لوگوں میں عامل ہو گیا
 میں نہیں فرہاد ، وہ خسرو نہیں ، پھر کیا سبب؟
 غیر کا مائل جو وہ شیریں شائل ہو گیا
 اشک باری ہم کناری کی ہوس میں رات تھی
 غلامِ گریہ کو اس کا دھیان ساحل ہو گیا
 زخم میرے خنجرِ خونِ راز تھے اغیار کو
 بے وفائی سے خجل کس وقت قاتل ہو گیا
 اہلِ وحشت کو مری شورش سے لازم ہے خطر
 میں وہ مجنوں ہوں کہ مجنوں کے مقابل ہو گیا
 رشکِ خسرو بے تصرف ، نازِ شیریں بے اثر
 سینہ فرہاد مثلِ بے ستوں ، سل ہو گیا
 مے خراشِ ناخنِ غم میں بھی کیا بالیدگی
 جو ہلالِ شرہ تھا ، سو ماہِ کامل ہو گیا
 عید کے دن ذبح کرنا اور بھی اچھا ہوا
 حقتِ اسلام میں وہ شوخ داخل ہو گیا
 اس کے آئینے ہی یہ ہلجل ہڑکنی بس یزم میں
 طورِ روزِ حشر سب کو طورِ محفل ہو گیا
 ہوش تو دیکھو کہ سن کر میری وحشت کی خبر
 چھوڑ کر دیوانہ پن کو قیس عائل ہو گیا
 ہاتھ اٹھایا اس نے قتل بے گنہ سے میرے بعد
 طالعِ اغیار سے جلالِ عادل ہو گیا

حسن کے اعجاز نے تیرے مشابہ کفر کو
تیرے آگے لفسرِ مانی ، لفسرِ باطل ہو گیا

میرے مرتے دم جو رویا وہ بڑی تسخیر تھی
آبِ چشمِ یارِ آبِ چاہِ باہل ہو گیا
ہے عدم میں بھی تلاشِ سرمہ و مشک و نمک
شیفتہ تیرے نگہ سے کس کی گھائل ہو گیا

یار کو محرومِ محاشا کیا
مرگِ مفاجات نے یہ کیا کیا
آپ جو ہنستے رہے شبِ بزم میں
جان کو دشمن کی میں رویا کیا
عرضِ محشا سے رہا بے قرار
شب وہ مجھے میں آگے چھوڑا کیا
سرد ہوا دل ، وہ ہے غیروں سے گرم
شعلے نے آتش مجھے ٹھنڈا کیا
مہرِ قمر کا ہے اب اُن کو گان
آہِ فلک سیر نے یہ کیا کیا
اُن کو محبت ہی میں شک پڑ گیا
ڈر سے جو شکوہ نہ عدو کا کیا
دیکھیے اب کون ملے خاک میں
بار نے کردوں سے کچھ ایما کیا
حسرتِ آغوش ہے کیوں ہم کنار
غیر سے کب اُس نے کٹاوا کیا

چشمِ عنایت سے بھی جاں بچھے
نرگسِ بہار نے اچھا کیا

غیر ہی کو چاہیں گے اب شیفہ
کچھ تو ہے جو بار نے ایسا کیا

آس جنبشِ ابرو کا گلا ہو نہیں سکتا
دل گوشت ہے لاش سے جدا ہو نہیں سکتا

کچھ تو ہی اڑ کر ترے قربان خموشی
نالوں سے تو کچھ کام مرا ہو نہیں سکتا

گر غیر بھی ہو وقفِ ستم تو ہے مسلم
کچھ تم سے ہمز جور و جفا ہو نہیں سکتا

کھولے گرمِ دل کو سرا ناعنِ شمشیر
یہ کام اجل سے بھی روا ہو نہیں سکتا

سبقت ہو تجھے راہ میں آس کو جس کی بھ پر
زہار یہ اے راہِ ہما ہو نہیں سکتا

میں نے جو کہا ہمدِ اغیار نہ ہو جس
تو چیں یہ جییں ہو گے کہا ، ہو نہیں سکتا

یہ رازِ محبت ہے نہ السانہٗ بلبل
عزم ہو مری بادِ صبا ، ہو نہیں سکتا

کب طالعِ خفتہ نے دیا خواب میں آنے
وعدہ بھی کیا وہ کہ وفا ہو نہیں سکتا

وہ مجھ سے خفا ہے تو آسے یہ بھی ہے زیبا
بر شیفہ میں آس سے خفا ہو نہیں سکتا

صبح ہوتے ہی گیا گھر سے تاہاں میرا
 پہنچے خور نے کیا چاک گریباں میرا
 گرم گرم آس رخِ نازک پہ نظر کی کس نے
 رشکِ گل ریز ہے کیوں دیدہ گریباں میرا
 وادیِ نجد کو دئی ہے نہ دینا نسبت
 ہے وہ مجنوں کا بیاباں ، یہ بیاباں میرا
 دیکھ کر میری طرف ہنس کے کہا بہ دمِ قتل
 آج تو دیکھ لہا آپ نے یہاں میرا
 تہ گھر آیا ، نہ جنازے پہ ، نہ مرقد پہ کبھی
 حیف صد حیف نہ نکلا کوئی ارمان میرا
 چارہ سازو کوئی رہتا ہے بجز چاک ہوئے
 آپ سو بار سیں ، ہے یہ گریباں میرا
 آس کی زلفوں کا نہ ہو دھیان تو اے شیفہ پھر
 اس شبِ ہجر میں ہے کون لکھیاں میرا

گور میں یادِ قدِ یار نے سونے نہ دیا
 فتنہ حشر کو رفتار نے سونے نہ دیا
 واہ اے طالعِ خفتہ کہ شبِ عیش میں بھی
 وہم ہے خوابیِ الہیار نے سونے نہ دیا
 وا رہیں صورتِ آغوش ، سحر تک آنکھیں
 شوقِ ہم خوابیِ دلدار نے سونے نہ دیا

باس سے آنکھ بھی جھپکی تو توقع سے کھلی
صبح تک وعدہ دہدار نے سونے نہ دیا

طالعِ خفتہ کی تعریف کہاں تک کیجئے
ہاؤن کو بھی خلیفہِ خار نے سونے نہ دیا

دردِ دل سے جو کہا لہند نہ آئی ؟ تو کہا
مجھ کو کب فرگس۔ ایاز نے سونے نہ دیا

شبِ ہجران نے کہا قصہ کیسویں دراز
شیقہ تو بھی دلِ زار نے سونے نہ دیا

۲۲

آج ہی کیا آگ ہے سرگرم کیں تو کب نہ تھا
شمعِ ماں مجبورِ خوئے آتشیں تو کب نہ تھا

آج ہی دعویٰ ہے کیا تجھ کو بتانِ دھر سے
غیرتِ غایان و رشکِ حور ہیں تو کب نہ تھا

آج ہی ہر بات پر بے وجہ کیا رکتا ہے تو
اے ستم گر بر سرِ برخاش و کیں تو کب نہ تھا

آج ہی تیری جگہ کچھ سینہ و دل میں نہیں
مثلاً تیرے غمزہ ظالمِ دل نشیں تو کب نہ تھا

آج ہی کیا شرم و شوخی کو ملا یا ہے ہم
غیر سے بے باک ، مجھ سے شرمگین تو کب نہ تھا

آج ہی کیا ہے فلک پر شکوہ فریادِ خلق
اے ستم گر آفتِ روئے زمیں تو کب نہ تھا

آج ہی کیا دشمنوں سے قتل کی تدبیر ہے
اے جفا جو در پئے جانِ حزین تو کب نہ تھا

آج ہی باتیں بنائی یاں کے آنے میں نہیں
 حیلہ گر کُتوکب نہ تھا ، عذر آفریں کُتوکب نہ تھا
 آج ہی آٹھ کر یہاں سے کیا عدو کے گھر گیا
 مہر و شب کو کہیں ، دن کو کہیں کُتوکب نہ تھا
 آج ہی ٹیکہ لگانے سے لگے کیا چار چاند
 بے تکلف ، بے نکاح مہ جیسی کُتوکب نہ تھا
 آج ہی کچھ سوزِ ہجران سے نہیں پروانہ وار
 شیفۂ بے تاب رومے آتشیں کُتوکب نہ تھا

۲۳

میں پریشاں گرد اور محفلِ نشیمن کُتوکب نہ تھا
 ہر کہیں کس دن نہ تھا میں ، ہر کہیں کُتوکب نہ تھا
 یاں سک حرفِ ملامت و ان گراں عرضِ نیاز
 سخت جاں میں کب نہ تھا اور لازلیں کُتوکب نہ تھا
 ناصح و واعظ کے مطعون اے صنم ہم کب نہ تھے
 آفتِ جان و ہلائے عقل و دین کُتوکب نہ تھا
 اتنا کی بات ہے یاں ابتداءے عشق ہے
 ہم نہ تھے کب عجز گستر ، خشم گین کُتوکب نہ تھا
 جستجو میں سرمۂ تسخیر کی ہم کب نہ تھے
 چشمِ افسوں ساز سے سحر آفریں کُتوکب نہ تھا
 تجھ کو شکِ آفت میں اپنی ہم کو وہمِ ربطِ غیر
 بد کہاں ہم کب نہ تھے اور بے یقین کُتوکب نہ تھا
 نا شکیا ، مضطرب ، وقفِ صنم ، ہم کب نہ تھے
 بے مروت ، بے وفا ، مصروفِ کین ، کُتوکب نہ تھا

تیری ان باتوں پہ ہم طعنے اُٹھاتے کب نہ تھے
اے ستم گر شیفۂ کا ہم نشیں کون کب نہ تھا

۲۴

میں وصل میں بھی شیفۂ حسرت طلب رہا
گستاخیوں میں بھی مجھے پاسِ ادب رہا
تغییرِ وضع کی ہے اشارہ و دآع کا
یعنی جفا پہ کُخوگرِ الطاف کب رہا
میں رشک سے چلا تو کہا ہے سبب چلا
اس پر جو رہ گیا تو کہا ہے سبب رہا
دم بھر بھی غیر پر لگہ لطف کیوں ہے اب
اک عمر میں ستم کشرِ چشمِ غضب رہا
تھا شبِ نوآہ میں بھی اثر، جذبِ دل میں بھی
کیوں کر نہ آئے شیفۂ مجھ کو عجب رہا

۲۵

بس کہ آوازِ محبت میں ہوا کام اپنا
سوچتے ہیں ملکِ الموت سے انجام اپنا
عمر کتنی ہے تصور میں رخ و کاکل کے
رات دن اور ہے، اے گردشِ ایام اپنا
وہ یہ قدغن کہ نہ آوازِ فغان بھی پہنچے
ہاں یہ شورش کہ گزارا ہو لبِ بام اپنا
اُن سے نازک کو کہاں گرمیِ صحبت کی تاب
بس کلچا لہ ہکا اے طمعِ خام اپنا

تبشرِ دل کے سبب سے ہے مجھے خواہشِ مرگ
 کون ہے جس کو نہ منظور ہو آرامِ اپنا
 بادہِ لوشی سے ہماری ، جو لہو خشک ہوا
 خونِ احمقار سے لبریز ہے کیا جامِ اپنا
 لطفِ سمجھوں تو بجا ، آجور بھی سمجھوں تو درست
 تم نے بھیجا ہے مرے پاس جو ہم نامِ اپنا
 ذکرِ عشاق سے آتی ہے جو غیرت اس کو
 آپ عاشق ہے مگر وہ بتِ خود کامِ اپنا
 تابِ بوسے کی کسے شیفۃ وہ دیں بھی اگر
 کر چکی کامِ یہاں لذتِ دشنامِ اپنا

جی داغِ غمِ رشک سے جل جانے تو اچھا
 ارمانِ عدو کا بھی نکل جائے تو اچھا
 پروانہ بنا میرے جلانے کو وفادار
 محفلِ میر کوئی شمع بدل جائے تو اچھا
 کس چین سے نظارۂ ہر دم ہو میسر
 دلِ کوچۂ دشمن میں چل جائے تو اچھا
 تم غیر کے قابو سے نکل آؤ تو بہتر
 حسرتِ یہ مرے دل کی نکل جائے تو اچھا
 سودا زدہ کہتے ہیں ، ہوا شیفۃِ اسوس
 تھا دوست ہمارا بھی ، سنبھل جانے تو اچھا

پہلا جامِ ساقی تھے ناب کا
 کہ کچھ حظ آٹھے سیرِ مہتاب کا
 دلِ زار کا ماجرا کیا کہوں
 فسادہ ہے مشہور سیاب کا

کہاں پھر وہ نایاب، پایا جسے
 غلط شوق ہے جنسِ نایاب کا
 نہ کیجو غل اے خوشِ نوابانِ صبح
 یہ ہے وقت اُن کی شکرِ خواب کا

محبت نہ ہرگز جتنی گئی
 رہا ذکرِ کلی اور ہر باب کا
 دمرِ سرد سے لا نہ طوفانِ باد
 نہ سن ماجرا چشمِ پُر آب کا
 وہاں بے خودوں کی خبر کون لے
 جہاں شغل ہو ہادۂ ناب کا

وہاں تیرہ روزوں کی پروا کسے
 جہاں شوق ہو سیرِ مہتاب کا

وہ تشخیصِ شخصی بھی جاتی رہی
 کنارِ آئینے ہی جلباب کا
 میں بے جرم رہتا ہوں خائف کہ وہاں
 جفا میں نہیں دخلِ اسباب کا

بڑے صبرِ آرام کی جان پھر
 مری جانِ بے صبر و بے تاب کا

لبِ لعل کو کمر کے جنبش ہوئی!
ہوا میں ہے کچھ رنگِ عتاب کا

نہ کرنا خطا پر نظر شیفتہ
کہ اغماضِ شیوہ ہے احباب کا

۲۸

تقلیدِ عدو سے ہیں ابرام نہ ہوگا
ہم خاص نہیں اور کرم عام نہ ہوگا
صیاد کا دل اس سے پگھلنا متعذر
جو نالہ کہ آتشِ فگنِ دام نہ ہوگا
جس سے ہے مجھے ربط وہ ہے کون ، کہاں ہے
الزام کے دانے سے تو الزام نہ ہوگا
بے داد وہ اور اس ہند ونا بد کوئی مجھ سا
مجبور ہوا ہے ، دلِ خود کام نہ ہوگا
وہ غیر کے گھرِ نغمہ سرا ہوں گے مگر کب
جب ہم سے کوئی نالہ سرالجام نہ ہوگا
ہم طالبِ شہرت ہیں ، ہمیں ننگ سے کیا کام
بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا
قاصد کو کیا قتل کیونکر کو کیا ذبح
لے جائے مرا اب کوئی پیغام ، نہ ہوگا
جب پردہ آٹھا تب ہے عدو دوست کہاں نک
آزارِ عدو سے مجھے آرام نہ ہوگا
یاں جتنے ہیں امیدِ شبِ وصل پر اور واں
ہر صبح توقع ہے کہ نا شام نہ ہوگا

قاصد ہے عبث منتظرِ وقت ، کہاں وقت
 کس وقت آئیں شغلِ مے و جام نہ ہوگا
 دشمن پسِ دشنام بھی ہے طالبِ بوسہ
 عسیر اثرِ لذتِ دشنام نہ ہوگا
 رخصت ہیں اب اے نالہ کہ یاں ٹھہر چکی ہے
 نالہ نہیں جو آفتِ اجرام ، نہ ہوگا
 برق آئینہ فرصت گلزار ہے اس پر
 آئینہ نہ دیکھے کوئی گلِ قلم ، نہ ہوگا
 اے اہلِ نظر ذرے میں پوشیدہ ہے خورشید
 ابھاح سے حاصلِ بجز ابھام نہ ہوگا
 اس لاز و لغافل میں ہے قاصد کی خرابی
 بے چارہ کبھی لائقِ انعام نہ ہوگا
 اس بزم کے چلنے میں ہو تم کیوں متردد
 کیا شیفتہ کچھ آبِ کاکرام نہ ہوگا

۲۹

دیکھوں تو کہاں تک وہ تَلَطّف نہیں کرتا
 آرمے سے اگر چیرے تو میں آف نہیں کرتا
 تم دینے ہو تکلیف ، مجھے ہوتی ہے راحت
 سچ جانیے میں اس میں تکلف نہیں کرتا
 سب باتیں آئیں کی ہیں یہ ؟ سچ بولیں قاصد !
 کچھ اپنی طرف سے تو تصرف نہیں کرتا ؟
 سو خوف کی ہو جائے ، مگر رندِ نظر باز
 دل جلوہ گہِ لائشف و شف نہیں کرتا

شوخی سے کسی طرح سے چین اُس کو نہیں ہے
 آنا ہے مگر آ کے توقف نہیں کرتا
 اُس شوخِ ستم گر سے پڑا ہے مجھے ہالا
 جو قتل کیے ہر بھی تآسف نہیں کرتا
 جو کچھ ہے انا میں وہ ٹپکنا ہے انا سے
 کچھ آپ سے میں ذکرِ تصوف نہیں کرتا
 تسکین ہو کیا وعدے سے ، معشوق ہے آخر
 ہر چند سنا ہے کہ تحلف نہیں کرتا
 کیا حال بھارا ہے ہمیں بھی تو بتاؤ
 بے وجہ کوئی شیفقتہ آف آف نہیں کرتا

۳۰

اپنے جوار میں ہمیں مسکن بنا دیا
 دشمن کو اور دوست نے دشمن بنا دیا
 مشاطہ نے مگر عملِ سیمیا کیا
 گلِ برگ کو جو غنچہ سوسن بنا دیا
 دامن تک اُس کے ہاے نہ پہنچا کبھی وہ ہاتھ
 جس ہاتھ نے کہ جیب کو دامن بنا دیا
 دیکھا نہ ہوگا خواب میں بھی یہ فروغِ حسن
 بردے کو اُس کے جلوے نے چامن بنا دیا
 تم لوگ بھی غضب ہو کہ دل پر یہ اختیار
 شبِ موم کر لیا سحر آہن بنا دیا
 پروانہ ہے خموش کہ حکمر سخن نہیں
 بلبل ہے نغمہ گر کہ نوازن بنا دیا

صحرا بنا رہا ہے وہ افسوس شہر کو
صحرا کو جس کے جلوے نے گلشن بنا دیا

مُشاوہ کا قصور سہی سب ہنساؤ میں
اُس نے ہی کیا نگہ کو بھی پُر فن بنا دیا
اظہارِ عشق اُس سے نہ کرنا تھا شیفتہ
یہ کیا کیا کہ دوست کو دشمن بنا دیا

۳۱

کیا لائقِ زکوٰۃ کوئی ہے نوا نہ تھا
انفاسِ باد میں نفسِ آشنا نہ تھا
اس قوم کی سرشت میں ہے کم محبتی !
شکوہ جو اُس سے تھا مجھے ہرگز بجا نہ تھا
تائیدِ نالہ نکتہ بعد الوقوع ہے !
یاں غیرِ رسم اور کوئی مدعا نہ تھا
وحشت تھی مجھ کو چلے بھی ، پر یہ قیش نہ تھی
شورش تھی مجھ کو چلے بھی ، پر یہ مزا نہ تھا
اُن کی نگاہِ عجب تازیاں تھی
مستور پھر ادھر نظرِ شوق کا نہ تھا
افسوس وہ مظاہرِ کٹوتی میں بھنس گیا
جو عالمِ عقول سے نا آشنا نہ تھا
شرماتے اس قدر رہے کیوں آپ رات کو
ملت سے کو ملے تھے مگر میں نیا نہ تھا
ہے پردہ اُن کے آنے سے حیرت ہوئی مجھے
وصلِ عدو کی رات تھی روزِ جزا نہ تھا

نان و نمک کی تھی عیبِ توفیقِ شیفۃ
ساز و بساز کے واسطے ہر گ و بسوا نہ تھا

۳۲

کلِ نغمہ گر جو مطربِ چادو ترانہ تھا
ہوش و حواس و عقل و خرد کا پتا نہ تھا

یہ بت کہ جاے شیب ہے ، جب تھا نقاب میں
عہدِ شباب اور بتوں کا زمانہ تھا
معلوم ہے سناتے ہو ہر اک پہانے سے
قصداً نہ آئے رات ، حنا کا پہانہ تھا

حسرت ہے اُس کے کوچے کو کیوں کرنے دیکھیے
اپنا یہی اس چمن میں کبھی اُشیانہ تھا
کیا مے کدوں میں ہے کہ مدارس میں وہ نہیں
البتہ ایک وانِ دل بے مدعا نہ تھا
ساقی کی بے مدد نہ بنی بات رات کو
مطرب اگرچہ کلام میں اپنے بیکانہ تھا
کچھ آج اُن کی بزم میں بے ڈھب ہے بندوست
آلودہ مے سے دامنِ بادِ صبا نہ تھا

دشمن کے فعل کی تمہیں توجیہ کیا ضرور
تم سے فقط مجھے گلے دوستانہ تھا
کلِ شیفۃ سحر کو عجب حالِ خوش میں تھے
آنکھوں میں تشہ اور لبوں پر ترانہ تھا

ردیف یا

۳۳

تھا طیر کا جو ریخِ جدائی تمام شب
نہند آن کو میرے ساتھ نہ آئی تمام شب

شکوہ مجھے نہ ہو جو مکافاتِ حد سے ہو
وہاں صلح ایک دم ہے ، لڑائی تمام شب

یہ ڈر رہا کہ سوتے نہ بائیں کہیں مجھے
وعدے کی رات نہند نہ آئی تمام شب

سچ تو یہ ہے کہ بول گئے اکثر اہلِ شوق
بلبل نے کی جو نالہ سرائی تمام شب !

دم بھر بھی عمر کھوئی جو ذکرِ رقیب میں
کیفیتِ وصال نہ پائی تمام شب

تھوڑا سا میرے حال پہ فرما کر التفات
کرتے رہے وہ اپنی بڑائی تمام شب

وہ آہ ، تار و پود ہو جس کا ہوائے زلف
کرتی ہے عنبری و صبا ئی تمام شب

وہ صبح جلوہ ، جلوہ گرِ باغ تھا جو رات
سرخِ سحر نے دھوم مچائی تمام شب

انسانے سے بگاڑ ہے اُن بن ہے خواب سے
ہے فکرِ وصل و ذکرِ جدائی تمام شب

جس کی شمعِ زلف پہ میں غش ہوں شیفۂ
اُس نے شمعِ زلف سُنگھائی تمام شب

یوں بزمِ گلِ رخاں میں ہے اس دل کو اضطراب
جیسے بہار میں ہو عنادل کو اضطراب

نیرنگِ حسن و عشق کے کیا کیا ظہور ہیں
بمحل کو اضطراب ہے ، قاتل کو اضطراب

آ جائے ہم نشین وہ پری وش تو کیا نہ ہو
دہوانہ وار ناصحِ عاقل کو اضطراب

سیاہ وار سارے بدن کو ہے ہاں تہش
تسکین ہو سکے جو ہواکِ دل کو اضطراب

وہ با ادب شہید ہوں میرا جو نام لے
قاتل ، تو پھر نہ ہو کسی بمحل کو اضطراب

افسوسِ یادِ آہ سے ہل بھی نہ جائے اور
یوں ہو ہوا سے پردہٴ محمل کو اضطراب

جی جان بہ لب ہوں اور خبرِ وصلِ جان طلب
کیا کیا نہیں دہندہ و سائل کو اضطراب

لکھا ہے خط میں حالِ دلِ بے قرار کا
ہوگا ضرور شیفۂٴ حامل کو اضطراب

کیا آٹھ کیا ہے دیدۂ اغیار سے حجاب
ٹہکا پڑے ہے کیوں لکھِ بار سے حجاب

لاو نعم نہیں جو تمنائے وصل پر
الکار سے حجاب ہے ، اقرار سے حجاب

تقلیدِ شکل چاہیے سیرت میں بھی نبھی
 کب تک رہے مجھے ترے اطوار سے حجاب
 دشنام دیں جو ہوئے میں اِبرام ہم کوئی
 طبعِ غبور کو ہے ہر اصرار سے حجاب
 زندگی میں بھی گئی نہ یہ مستوری و صلاح
 آتا ہے مجھ کو محرمِ اصرار سے حجاب
 وہ طعنہ زن ہے زندگی ہجر پر عبث
 آتا ہے مجھ کو حسرتِ دیدار سے حجاب
 جوشِ نگاہِ دیدہ حیراں کو کیا کہوں
 ظاہر ہے روئے آئینہ و عسار سے حجاب
 روز و شبِ وہاں مبارک ہو شہادتہ
 جوہرِ فلک کو ہے ستمِ بار سے حجاب

ردیف تا

دشمن سے ہے میرے دلِ مضطر کی شکایت
 کیوں کر نہ کروں شوخیِ دلبر کی شکایت
 دیوالہ آلف ادب آموزِ خرد ہے
 سودے میں نہیں زلفِ معبر کی شکایت

تاخیر نہ کر قتلِ شہیدانِ وفا میں
 ہر ایک کو ہے تیزیِ خنجر کی شکایت

تأثیر ہو کیا ، آن لب و دندان کا ہوں بیار
 نے لعل کا شکوہ ہے نہ گوہر کی شکایت

کیوں ہوا ہوسوں سے دل عاشق کا گلہ ہے
 غیروں سے بھی کرتا ہے کوئی گھر کی شکایت

اب ظلم سرشتوں کی نگہ سے ہوں مقابل
 ہون تھی کبھی کاوشِ لشر کی شکایت

یاں کائناتوں پہ بھی لوٹنے میں چین نہیں ہے
 وں غیر سے ہے بھولوں کے بستر کی شکایت

تعلیم بد آسوز کو ہم کہتے ہیں ، یعنی
 ہے شکرِ وفا ، جورِ ستم گر کی شکایت

بے پردہ وہ آئیں گے تو کیسے مجھے ہوگی
 اے شیفتہ ہنگامہِ محشر کی شکایت

دریغِ نا

آس وفا کی مجھ سے بھر آمیدواری ہے عبث
 دل نریبی کی لگاؤٹ ، یہ تمہاری ہے عبث

دشمنی کو جو کہ احسان جانتا ہو ناز سے
 آس ستمِ ایجاد سے آمیدِ یاری ہے عبث

غمزہ ہائے دوست بعد از مرگ بھی نظروں میں ہیں
وہمِ راحت سے عدو کو بے قراری ہے عیث

سرو میں کب پہل لگا، تاثیر کیا ہو آہ میں
چشمِ تر کی صورتِ ابر اشک باری ہے عیث

ہم نے غافل پا کے تجھ کو اور کو دل دے دیا
اے ستم گر اب تری غفلت شعاری ہے عیث

ہجر میں چرخ و اجل نے گرنہ کی باری تو کیا
دشمنوں سے شیفۃ آمیدواری ہے عیث

۳۸

نہ کر فاش رازِ گلستانِ عیث
نہ ہو ہلبلِ زارِ نالانِ عیث

کنفایتِ تھی مجھ کو تو چینِ جبین
کیا قتل کا اور سامانِ عیث

مقدم ہے ترکِ عدو کی قسم
وگر نہ یہ سب عہد و پیمانِ عیث

جو آیا ہے وادی میں تو صبر کر
شکایاتِ خارِ مغیلاںِ عیث

تکبرِ گندامے خرابیات ہے
نہ اے خواجہ کھو جان و ایمانِ عیث

وہاں صوتِ مینا و آوازِ ساز
خوش آہنگی، مرغِ شبِ خوانِ عیث

وہاں دس بجے دن کو ہوتی ہے صبح
سحر خیزی، عندلیبانِ عیث

دمِ خضر ہے چشمِ زندگی
 سکندر سرِ آبِ حیواں عبت
 بری کا وہاں مجھ کو ساہہ ہوا
 نہیں اشتیاقِ دبستانِ عبت
 طلبِ کارِ راحت ہیں نا درد مند
 اگر درد ہے فکرِ درختاں عبت
 یہ نازک مزاجوں کا دستور ہے
 خشونت سے اندوہِ حرماں عبت
 شکایت کو آس نے سنا بھی نہیں
 کھلا غیر پر رازِ پنہاں عبت
 مرے غم میں گسوے مشکیں نہ کھول
 نہ ہو خلق کا دشمنِ جاں عبت
 محبت جٹاتا ہوں ہر طور سے
 اثر کی نظر سوے افغان عبت
 نہ سمجھا کسی نے مجھے گل نہ صبح
 ہوا لٹکڑے لٹکڑے گریباں عبت
 مجھے یوں بٹھانے وہ کب بزم میں
 اٹھائے رقیبوں ے طوناں عبت
 یہ اندازِ دل کش کہاں شیفۃ
 جگر کاویٰ مرغِ بستانِ عبت

دریغِ جیم

۳۹

اے شیفۂ نویدِ شبِ غمِ سحر ہے آج
 ہم تابِ آفتاب ، فروغِ قمر ہے آج
 آہنگِ دل پزیر ہے مطرب ہے جاں نواز
 آہِ جگر خراش کا ظاہر اتر ہے آج
 دل سے کشادہ تر نہ ہو کیوں کر فضائے بزم
 تنگیِ خالہ حلقۂ بیرونِ در ہے آج
 فانوس میں نہ سمع ، نہ شیشے میں ہے ہری
 ساغر میں جس بہار سے سے جلوہ گر ہے آج
 دیوالوں کا دماغ بھی ہے آسان پر
 نورِ چراغ میں جو فروغِ قمر ہے آج
 ہر سمت جلوہ گر ہیں جوانانِ لالہ رو
 گلزار جس کو کہتے ہیں وہ اپنا گھر ہے آج
 سامان وہ کہہ آئے نہ چشمِ خیال میں
 آ اے رقیب دیکھ کہ پیشِ نظر ہے آج
 وہ دن گئے کہ ربطِ سرو سنگ تھا ہم
 شکرانے کے سجود ہیں اور اپنا سر ہے آج
 اسبابِ عیش یہ جو مہیا ہے شیفۂ
 کیا پردہ تم سے ، آنے کی آن کے خبر ہے آج

ردیف جیم فارسی

۲۰

شیفتہ ہجر میں تو نالہ شب گیر نہ کھینچ
 صبح ہونے کی نہیں عجلتِ تاثیر نہ کھینچ
 اے ستم گر رگِ جان میں ہے مری ایوستہ
 دم نکل جائے گا سینے سے مرے تیر نہ کھینچ
 حور پر بھی کوئی کرتا ہے عمل دنیا میں
 رنجِ بے ہودہ اس اے عاملِ تسخیر نہ کھینچ
 عشق سے کیا ہے تجھے شکلِ لری کہتی ہے
 حسنِ تقریر کو آہیں دمِ تقریر نہ کھینچ
 ہے یہ سامانِ صفائی کا عدو سے کیوں کر
 دستِ مشاطہ سے یوں زلفِ گرہ گیر نہ کھینچ
 اے ستم پیشہ کچھ امیدِ نلاف تو رہے
 دستِ نیازک سے مرے قتل کو شمشیر نہ کھینچ
 چارہ گر فکر کر اس میں ، کہ مقدور بدلے
 ورنہ ۔ ہودہ اذیتِ بٹے تدبیر نہ کھینچ
 کون بے جرم ہے جو شائقِ تعزیر نہیں
 شوقِ تعزیر سے تو حسرتِ تقصیر نہ کھینچ
 وجد کو زمزمۂ مرغِ سحر کافی ہے
 شیفتہ نازِ مفتی و مزامیر نہ کھینچ

ردیف حا

۲۱

ناصر تیاں ہے ، شیفۃ نیم جہاں کی طرح
کیا دل میں جیھگٹی لگے جاں ستاں کی طرح؟

بہتر ہے آپ غیر سے دل کھول کر ملیں
آخر تو یہ بھی میرے ہی ہے امتحاں کی طرح

اُس شمع رُو کی بزم میں مائع نہ تھا کوئی
ہوئی سبک جو لالہ آئیں نشاں کی طرح

کیوں ہر لہس ہے شہدِ خموشی سے بند لب
بھائی ہے دل کو کون سے شعریں بیان کی طرح

لڑنے میں آشتی نہ تفاؤل میں التفات
یہ جور کی نکال ہے تم نے کہاں کی طرح

خمیازہ بند بند گسل ہے خار سے
بدست کر گئی یہ کس ایرو کہاں کی طرح

ہر ہر قدم پہ رشک سے جلتی ہے شمعِ فند^۱
چلتا ہے وہ بھی شیفۃ میری زباں کی طرح

۱۔ فند بالکسر؟ کوہ بزرگ و کوہیست مہاں حرمین الشریفین و نام۔
مردے و لقب شاعریت و زبانی کہ باراں برآں نہ رسیدہ باشد ،
و شاخ درخت و کوہ جمع و تراجم آمدہ و نوع و گولہ و یہ افتتاح
دروغ و خطا ۔ ۔ ۔ و در فارسی یہ معنی فکر و حیلہ - شمس اللغات۔

ردیفِ خا

۲۲

دیا ہے بوسہ مجھے جب کہ میں ہوا گستاخ
 غلط ہے بات کہ کم رزق ہے گدا گستاخ
 تمہاری بزم میں افسردہ نہیں نہ یشہوں کا
 نسیمِ باغ میں چالاک ہے ، صبا گستاخ
 کہاں ہے غیرتِ شوخی کہ جائے غیرت ہے
 نگاہِ بار ہے ہر وقت ہے حسیا گستاخ
 سفید جیسے کہ خدمت سے چل نکلتے ہیں ا
 غرورِ مہر و ولایت مجھے کیا گستاخ
 لبوں سے جان ہے گستاخ ذوقِ بے حد سے
 زبانِ بوسہ مجھے تو نے کیوں کہا گستاخ
 قبول کیوں نہ ہوں خواہشِ ہم آغوشی
 کہ آشناؤں سے ہوتے ہیں آشنا گستاخ
 عنانِ ضبط کوئی شیفۃ سے تھمتی ہے
 کہ ہر کرشمہ ہے چالاک و ہر ادا گستاخ

ردیف دال

۴۳

روزِ غم میں کیا قیامت ہے شبِ عشرت کی یاد
 اشکِ خوں سے آگئیں رنگینیاں صحبت کی یاد
 میری حالت دیکھ لو تغیر کتنی ہو چکی
 وصل کے دن دم بہ دم کہوں شیشہ ساعت کی یاد
 میں ہوں بے کس اور بے کس پر ترحم ہے ضرور
 حسنِ روز افزوں دلا دینا مری حالت کی یاد
 طاقتِ جنبش نہیں اس حال پہ قصدِ عدم
 مر گئے ہر بھی رہے گی اپنی اس ہمت کی یاد
 غالباً ایامِ حرماں بے خودی میں کٹ گئے
 آتی ہے پھر آرزو بھولی ہوئی ملت کی یاد
 دل لگانے کا ارادہ پھر ہے شاید شیفۃ
 ایسی حسرت سے جو ہے گزری ہوئی آفت کی یاد

ردیف ذال

۴۴

طلبِ ہوسہ پر آس لب سے شکر آب لذیذ
 تند ہے ، تلخ ہے ، لیکن ہے مئے ناب لذیذ
 کچھ مزا تو نہ سمجھ خضرِ امورِ عشرت
 سب مزاجوں میں نہیں ایک سے اسباب لذیذ

سم کی تاثیر کرے ہجر میں آبِ حیوان
سے گلِ کون سے سوا وصل میں ہے آبِ لذیذ

ردِ زہاد سہیٰ پس نہیں مقبولِ مغان^۱
تا نہ معلوم ہو تلخی^۲ سے تابِ لذیذ
شیفتہ ذوقِ سحر آس نے کہاں دیکھا ہے
وہ جو کہتا ہے کہ ہے آخر شب ، خوابِ لذیذ

ردیف دے

۲۵

وصل کے لطف آٹھاؤں کیوں کر
تاب آس جلوے کی لاؤں کیوں کر
گرم جوشی کا کروں شکوہ کہ وہ
کہتے ہیں تبہ کو جلاؤں کیوں کر
کیا کروں ہائے میں بے تاب ، وہ شوخ
چین سے ہاس بٹھاؤں کیوں کر
ہر اُنرُ مو سے دھواں اُلٹتا ہے
آئثر غم کو چھپاؤں کیوں کر
میرے آنے سے تم اُلٹ جانے ہو
بزمِ دشمن میں نہ آؤں کیوں کر
یاد نے جس کی بھالیا سب کچھ
آس کی میں یاد بھلاؤں کیوں کر

آپ بھایا مجھے روگنا اپنا
کہتے ہیں ہائے میں جاؤں کیوں کر

چارۂ شیر سے فرصت ہی نہیں
دردِ دل آس کو سناؤں کیوں کر

زندقہ سے خفا ہوں اپنی
بھر کہو تم کو سناؤں کیوں کر

آس کے آنے ہی بھڑک اٹھی اور
آتشِ دل کو بچھاؤں کیوں کر

شورِ محشر ابھی چولک اٹھے کا
شیفتہ کو میں جگاؤں کیوں کر

شیفتہ آیا ہوں میں کس کا تماشا دیکھ کر
رہ گئے حیران مجھ کو سب خود آرا دیکھ کر

شوقِ خواہاں اڑ گیا حوروں کا جلوہ دیکھ کر
ریخِ دلہا مٹ گیا آرامِ عقبیٰ دیکھ کر

ہو وہ آتشِ جلوہ ، اشکِ افشان ہمارے شور سے
شمعِ رو دیتی ہے پروانے کو جلتا دیکھ کر

خیر جو گذری سو گذری پر پی اچھا ہوا
خط دیا تھا نامہ بر نے آس کو تنہا دیکھ کر

سائلِ مہرم کی بھتی مجھ پہ فرمانے لگے
آرزوئے شوق کا گرم تقاضا دیکھ کر

ہے وہاں سستی طلب میں ، جانِ پاں بھاری نہیں
کام کرتے ہیں مزاجِ کار فرما دیکھ کر

ہیں تو دلوں سخت لیکن کون سا ہے سخت تر
اپنے دل کو دیکھیے میرا کلیجا دیکھ کر

کاؤں بھی ہم کو غنیمت ہے کہ آبادی تو ہے
آنے ہیں ہم سخت پُر آشوب صحرا دیکھ کر

اب کسے لاؤں کواہی کے لیے روزِ جزا
میرے دشمن ہو گئے ، اُس کو احبا دیکھ کر

میں کہیں توبہ میں ہوں آپ ، لیکن کیا کروں
منہ میں بھر آتا ہے پانی جام و مینا دیکھ کر

انہاسِ وصل پر پگڑے تھے بے ڈھب رات کو
کچھ نہ بن آئی مگر جوشِ تمنا دیکھ کر

دوستی کرتے ہیں اربابِ غرض ہر ایک سے
میرے عاشق ہیں عداوبِ ربط اُس کا دیکھ کر

بے لفظ مجھ کو سناؤ گے جو دیکھو گے ستم
آپ عاشق تو ہوئے ہیں شوقِ میرا دیکھ کر

پھر کہہ دو گے اُس کو دل ، فرماؤ اے اربابِ دل
جونہ ہو بے تاب و مضطر ، روئے زیبا دیکھ کر

یار پہلو میں نہیں ، مے جام و مینا میں نہیں
تم ہوئے حیران مجھ کو نا شکیا دیکھ کر

لاکھان بادِ موافق شیفۂ چلتے لگی
جان پر کل بن رہی تھی شورِ دریا دیکھ کر

تھا قصدِ ہوسہ ، نشے میں سرشار دیکھ کر
غش آگیا مجھے آنہیں ہشیار دیکھ کر

کچھ بے قرار تھی میں آنکھوں میں اشکِ سرخ
کھانا ہے جوشِ خون لری تلوار دیکھ کر

جاتے ہیں اور منع کی طاقت نہیں ، مگر
رہ جائیں آپ وہ مجھے ناچار دیکھ کر

پردہ کسی کا یاد ، نہ بے پردگی ہے یاد
غش ہو گیا میں کعبے کے آستار دیکھ کر

سرخیلِ عاشقان مجھے کہتے ہیں بوالہوس
عاشق کا آس کو مائلِ آزار دیکھ کر

آئی میں یادِ کاکل و دل کی حکایتیں
روتا ہوں دام و سرخِ گرفتار دیکھ کر

کہا بن گیا ہوں صورتِ دیوار دیکھنا
صورت کسی کی میں سرِ دیوار دیکھ کر

رحم ایسی سادگی بہ ستم کو ضرور ہے
عاشق ہوئے ہیں ہم تجھے ہرکار دیکھ کر

کم رغبتی سے لیتے ہیں دل ، ہوشیار ہیں
بڑھنا ہے مولِ شوقِ خریدار دیکھ کر

کہتا تھا وقتِ مرگ کے ہر اک سے شیفہ
دینا کسی کو دل تو وفادار دیکھ کر

یوں پاس بوالہوس رہی چشمِ غضب سے دور
 یہ بات ہے بڑی دلِ عاشقِ طلب سے دور
 دیوالہ میں نہیں کہ انا لیلیٰ لب پہ آئے
 باتیں خلافِ وضع ہیں اہلِ ادب سے دور
 مجھ کو سنا کے کہتے ہیں ہمدم سے ، یاد ہے ؟
 اک آدمی کو چاہتے تھے ہم بھی اب سے دور
 جو لطف میں بھی پاس پھٹکنے نہ دے کبھی
 رکھو الٰہی ایسے کے مجھ کو غضب سے دور
 کیوں کر میں انجمن میں تمہاری شریک ہوں
 اربابِ رنج رہنے میں اہلِ طرب سے دور
 ہم سے آئے معاملہ تھا جان و جسم کا
 مرکزِ سلا نہ گاہ ، ہوا ہائے جب سے دور
 تو بھی جو میرے پاس نہ آئے تو کیا کروں
 تیرے ہی پاس سے تو میں رہتا ہوں سب سے دور
 میں غیرِ بوالہوس نہیں ڈرتے ہو کس لیے
 مجھ سے نہ رکھو بوسے میں تم لبِ کولب سے دور
 بوس و کنسار کی نہ کروں گا ہوس کبھی
 یہ خواہشیں ہیں عاشقِ حسرتِ طلب سے دور
 آغازِ عمر ہی میں ہے ہم کو خیالِ حج
 دلی جو شیفۃ ہے دیارِ عرب سے دور

ردیف زے

۳۹

ہم بے نشان اور وفا کا نشان ہنوز
ہے خاکِ تنِ ہوا و ہوا خونِ نشان ہنوز

بیت الحزن میں نغمۂ شادی بلند ہے
تکلا ہی بابِ مصر سے ہے کارواں ہنوز

صبحِ شبِ وصال نئی صبح ہے ، مگر
یروں ہنوز جلوہ گر و کھکشاں ہنوز

ہرگز ابھی شکایتِ دشمن نہ چاہے
ہم پر ابھی بارِ خوب نہیں مہرہاں ہنوز

کیوں کر کہیں کہ چھٹ گئے ہم بندِ جسم سے
آس زلفِ بیچ بیچ میں آج بھی ہے جاں ہنوز

جو بات میکنے میں ہے اک اک زبان پر
افسوسِ مدرے میں ہے بالکل نہاں ہنوز

خط و شکیبِ پاں ہے نقابِ جالِ شوق
بے وجہ واں نہیں ہے سرِ امتحان ہنوز

بدتِ ہوتی بہارِ جہاں دیکھتے ہوئے
دیکھا نہیں کسی نے کُلِ بے خزاں ہنوز

اکثر ہوا ہے مجھ کو سفرِ درِ وطن مگر
لایا نہ دوستوں کے لیے ارسفان ہنوز

اک شب ہوا تھا جلوہ نما چرخ پر وہ ماہ
مدھوش ہیں ملائکہ آہاں ہنوز

نا آشنا رقیب ہے ہے آشنا ابھی
 نا آشنا ہے لب ہے ہمارے لسانِ ہنوز
 آفتہ زلف ، چاکِ قبا ، لیم باز چشم
 ہیں صحتِ شبانہ کے ظاہرِ نشانِ ہنوز
 اے سوجھ بوجھ ذرا اور ٹھہر جا
 ہے خاک پر ہماری وہ دامنِ نشانِ ہنوز
 مے خانے میں تمام جوانی بسر ہوئی
 لیکن ملا نہ منصبِ پیرِ سفانِ ہنوز
 اے قابِ برق تھوڑی سی تکلیف اور بھی
 کچھ رہ گئے ہیں خار و خسِ آشیانِ ہنوز
 آتا ہوں میں وہیں ہے ذرا صبرِ شیفۃ
 سونے کے قصد میں بھی نہیں پاسیاں ہنوز

۵۰

ہند کی وہ زمیں ہے عشرتِ خیز
 کہ نہ زاہد جہاں کریں پرہیز
 وجد کرنے میں پی کے نئے صوف
 مست سوتے ہیں صبح تک شبِ خیز
 رند کیا پاں تو شاہد و مے ہے
 پارما کو نہیں گزیر و گریز
 سخت مشکل ہے ایسی عشرت میں
 خطرِ حشر و بیمِ رستاخیز
 ہے غریبوں کو جرأتِ فرہاد
 ہے قبروں کو عشرتِ پرویز

عیش نے یاں بٹھا دیا لائقہ
 غم نے کی یاں ہے رخصت کو سہیز
 کوئی یاں غم کو جانتا بھی نہیں
 جُڑ غمِ عشق سو ہے عیش آمیز
 بادِ صحرے یہاں لسیں چمن
 نارِ عنصر ہے آتشِ گل تیز
 بوستان کی طرح یہاں صحرا
 دل کشا ، دل پزیر ، دل آویز
 کوئی ہمالیہ تجور چرخ نہیں
 کتنی ہے یہ زمین راحت خیز
 اثرِ زُھرہ آس میں یاں پایا
 وہ جو مریخ ہے بڑا خون ریز
 شیفۃ تھام لو عنانِ قلم
 یہ زمین گرچہ ہے ہوس انگیز

رکبہ سمیان

۵۱

دور رہنا ہم سے کب تک اور بے گانے کے پاس
 ہیں قریبِ مرگ ، کیا اب بھی نہیں آنے کے پاس ؟
 جلوہ آرا ہیں کہ تھا وہ شمع سیا رات کو
 ہم بھی مرکزِ رہ گئے مجلس میں پروانے کے پاس

آفریں طغیانِ وحشت ، مریحیا جوشِ جنوں !
 وہ یہ کہتے ہیں کہ کیوں کر چائیں دیوانے کے پاس
 غیر سے کہوائیں ، یاروں سے سمجھوائیں گے ہم
 دیکھ لیں گے پھر کہ تم کیوں کر نہیں آنے کے پاس
 شریفیتہ نے قصہٴ بجنوں سنایا رات کو
 آگیا میرا انہیں سنتے ہی افسانے کے ، پاس

ردیفِ شمین

۵۲

آئیں لہ چھوڑ کے ہم آستانِ بادہ فروش
 طلسمِ ہوش رہا ہے دکانِ بادہ فروش
 کھلا جو پردہٴ روئے حقائقِ انبیاء
 کھلی حقیقتِ رازِ نہانِ بادہ فروش
 سردہٴ طہنتی و کاہلی سے ہم نے کبھی
 شباب میں بھی نہ دیکھی دکانِ بادہ فروش
 بٹین ہے کہ مے ناب مفت ہاتھ آئے
 یہ جی میں ہے کہ بنوں میہانِ بادہ فروش
 قدح سے دل ہے مراد اور مے سے عشقِ غرض
 سب وہ نہیں کہ لہ سمجھوں زبانِ بادہ فروش
 عجب نہیں کہ کسی روز وہ بھی آ نکلیں
 کہ ہے گزر گہِ خلق ، آستانِ بادہ فروش

مے و سرود کے اسرار آپ آکر دیکھ
 تہ بوجھ بچھ سے کہ ہوں راز دانِ بادہ فروش
 شراب دیکھ کہ کس رنگ کی ہلاتا ہے
 جز اس کے اور نہیں امتحانِ بادہ فروش
 تری شمیم نے گلزار کو کیا برباد
 تری لنگہ نے کھولی دکانِ بادہ فروش
 عبت ہے شریفانہ ہر اک سے بوجھتے بھرنا
 ملے کا بادہ کشوں سے نشانِ بادہ فروش

دریغِ صادق

۵۳

آن کو دشمن سے ہے محبتِ خاص
 یہ ہمارا ہے ثمرۂ اخلاص
 وجد میں لائے اہلِ درد ہمیں
 باد کے ساتھ خاک ہے رقباص
 دل کے ٹکڑے آڑا ، نہیں ہے گنہ
 نفس کو قتل کر ، نہیں ہے قصاص
 حسنِ باطن ، زبونی ظاہر
 ہے مئے نلب اور جامِ رقباص
 کیا مزا تم سے آشنائی کا
 ماسرہتم مدامۃ الاخلاص

ہجر زہر اور وصل ہے تریاق
 زہر و تریاق کا جدا ہے خواص
 قسمت آس کی ، خبر نہ ہو جس کو
 عام اس دور میں ہے یادۂ خاص
 دام سے تیرے موسمِ گل میں
 بلبلوں کو نہیں ہوائے خلاص
 شیفۂ نے ہماری داد نہ دی
 سچ ہے القاص لا یحب القاص

ردیف ضاد

۵۳

ہے دل کو یوں ترے دمِ اعجاز اثر سے فیض
 غنچے کو جیسے سوجھ ہائِ سحر سے فیض
 عشاق سے لگاہ نہ رکھو درخ تم
 ہاتھ میں لوگ خدمتِ اہلِ نظر سے فیض
 ہے عالمِ کبیر میں بھی یوں ہی جس طرح
 دل سے جگر کو فیض ہے ، دل کو جگر سے فیض
 آزدۂ جنمائے ”دے“ و ”تیر“ کو نہیں
 یک ذرہ آب و آتشِ لعل و کھر سے فیض
 اپنی نہاد میں نہیں احساں فرامشی !
 پایا ہے ہم نے صاعقے کا ابرِ تر سے فیض

زور کسب کر کہ عشرتِ خسرو نصیب ہو
فرہاد کو سنا ہے ، ہوا جو غر سے فیض ؟

لگتے ہیں آس کے سلسلہ و بر سے مدام ہم
ہوتا ہے ہم کو روزِ سہِ سیم بر سے فیض
اربابِ خالقان ہیں محتاجِ اغنیا
کافی ہے ہم کو یرِ مغان ! تیرے در سے فیض
بلبل ہمارے گھر وہ خود آتے ہیں رحم سے
انزوں سے بے پری میں جہاں ہال و پر سے فیض
خسرم نہادِ مے کش و زاهد شگفتہ دل
ہے شیفۃ ہر ایک کو وقتِ سحر سے فیض

ردیف طا

۵۵

لازم ہے بے وفا تجھے اہلِ وفا سے ربط
کیسا ہے دیکھ عکسِ ادا کو ادا سے ربط
یہ ناخن و خراش میں بگڑی کہ کیا کہوں
اک دم ہوا جو عقدہ بندِ لبسا سے ربط
ناصرِ مری سلامتِ بے جا سے فائدہ
بے اختیار دل کو ہے آس دل رہا سے ربط
آس سرد سہر کو ہو اثر ، پر جو ہو سکے
کام و دہاں کو میرے دمِ شعلہ زار سے ربط

کیجے گھر آن سے شکوۂ الحجام کارِ عشق
 کہتے ہیں مجھ کو تم سے نہ تھا ابتدا سے ربط
 دو دن میں تنگ ہو گئے جوڑ سپر سے
 اس حوصلے پہ کرتے تھے اُس کی جفا سے ربط
 کیا کیجے ، بد گانی ابرو کا دھبہ نہ
 کرتے وگرنہ ہجر میں تیرِ قضا سے ربط
 تیرے سَم سے ہے یہ دعا لب پہ دم بہ دم
 یا رب نہ ہو کسی کو کسی بے وفا سے ربط
 صبحِ شبِ فراق کیا لطف مرگ نے
 کیا دہر میں ہوا ہیں زود آشنا سے ربط
 فریادِ لُزج کان تک اُس کے لہ جا سکی
 تھا شیفِ قتلہ ہیں نفسِ نارسا سے ربط

ردیف ظا

قمرے لسوں کی نہیں میرے دل میں جا واعظ
 صنم پرست نہ ہو بندہ رہا واعظ
 کسی صنم نے مگر آب کو جلا لیا ہے
 نہیں تو حوروں کی کیوں اس قدر ثنا واعظ
 تمہارے حسنِ چہاں سوز سے میں جلتا ہوں
 کہ ہیں رقیب مرے شیخ و نارسا ، واعظ

بلا کے دیکھیں کہ ہے خوب کون دونوں میں
ہم اُس کو لاتے ہیں تو حُور کو بلا واعظ

ترے فسوں اثر ریز سے رسا تر ہے
فغان ہے اثر و آہ لارسا واعظ
کمی تھی حالتِ رلدی میں اُس کو کیا یارو
کوئی یہ پوچھے کہ کیوں شیفۃ بنا واعظ

رذیف عین

۵۷

خورشید کو اگرچہ نہ پہنچے خیائے شمع
پروانے کو پسند نہیں ہر سوائے شمع
اس تیرے روزگار میں مجھ سا جگر گزار
مشعل جلا کے ڈھونڈے اگر تو نہ ہائے شمع
روزِ فراق میں ہے قیامت ، چالِ گل
شبِ ہائے ہجر میں ہے مصیبت ، لقائے شمع
پروانے کیا خجل ہوئے دیکھا جو صبح کو
تھا شب کو اُس کی بزم میں خورشید جالے شمع
اُس رشکِ شمع و گل کی ہے کچھ آب و تاب اور
دیکھے ہیں جلوہ ہائے گل و شعلہ ہائے شمع
دیتی ہے اور گرمی پروانہ داغِ اشک
شبِ ہائے ہجر میں کوئی کیوں کر جلائے شمع

کیا حاجت آفتاب کے گھر میں چراغ کی
 ہے حکم شب کو بزم میں کوئی نہ لائے شمع
 اُس لعل بے بہا سے کہاں تابِ ہم سری
 روشن ہے سب پہ قیمتِ گل اور بہائے شمع
 خورشید جس کے جلوہ سے ہو شمعِ صبح دم
 کیا ٹھہرے اُس کے سامنے نور و ضیائے شمع
 اس تیرہ شب میں جائیں گے کیوں کر عدو کے گھر
 میرا رقیب وہ ہے جو اُن کو دکھائے شمع
 آتے ہیں وہ جو گور بہ میری تو ہر زیب
 کوئی نہ بھول لائے نہ کوئی منکائے شمع
 گلِ ہر لگا کے آپ سے پہنچیں گے بے طلب
 آئے گی اپنے پاؤں سے یانِ بنِ بلائے شمع
 ڈرے اُٹھا نہ دے کہیں وہ بزمِ عیش سے
 کیا تاب ہے کہ شیفۃِ اُلسو بہائے شمع

دریغ غین

کیا غیر تھا کہ شب کو نہ تھا جلوہ گر چراغ
 رہتا ہے ورنہ گھر میں ترے تا سحر چراغ
 کیا لطفِ آہ، صبحِ شبِ ہجرِ مہر و ش
 کیا فائدہ جو کیجیے روشن سحر چراغ

پروانہ گر نہ جائے تو بے جا ہے لافِ عشق
 روشن ہے میرے نالوں سے افلاک ہر چراغ
 حرا کرے طربقہ پروانہ اختصار
 اُس تابِ رخ سے کیجیے روشن اگر چراغ
 پروانہ ہو گیا ہے رقیبِ کتناں کہ ہے
 اُس مہروش کے جلوے کے آگے قمر چراغ
 کستاخیوں کی تاب کسے اُس کی بزم میں
 بے ہائی نسیم سے ہرگز نہ ڈر چراغ
 ہے شمعِ انجمن وہ مہِ آتشیں عذار
 کھلی کے جلیں گے آج تو دشمن کے گھر چراغ
 کرتا ہوں فکرِ شعر جو میں شب کو شیفتہ
 رہتا ہے خواب کہ میں مری رات بھر چراغ

ردیف فا

وان ہوا پردہ اٹھانا موقوف
 یان ہوا راز چھپانا موقوف
 غیر کو رشک سے کیا آگ لگے
 کہ ہوا میرا جلانا موقوف
 ذکرِ شیریں کی اگر بندی ہے
 کسوہ کن کا بھی فسانا موقوف

اب کس آئید پہ واں جائے کوئی
 کہ ہوا غیر کا آلا موقوف
 رم آہو سے وہ رم یاد آیا
 دشت و صحرا میں بھی جالا موقوف
 بد دماغ آج ہوا وہ کل رو
 شیفٹہ عطر لگانا موقوف

ردیف قافی

۶۰

پابندی' وحشت میں ہیں زنجیر کے مشتاق
 دیوانے ہیں اُس زلفِ کرہ گیر کے مشتاق
 بے رحم نہیں جرم وفاقاہلِ بخشش!
 محروم ہیں کس واسطے تعزیر کے مشتاق
 رہتے تھے ہم جن سے مثالِ ورق و حرف
 اب آن کی رہا کرتے ہیں تحریر کے مشتاق
 لکھتا دوں جو میں آرزوے قتل میں لائے
 دیں میرے کبوتر بھی ترے تیر کے مشتاق
 کیوں قتل میں عشاق کے اتنا ہے تغافل
 مہ جائیں گے ظالم دمِ شمشیر کے مشتاق
 اے آہ ذرا شرم کہ وہ کہتے ہیں اکثر
 مدت سے ہیں ہم آہ کی تاثیر کے مشتاق

سیاہ تھا دل ، جل کے سو اب خاک ہوا ہے
 لیے جائیں مری خاک کو اکسیر کے مشتاق
 کیا ہجر کے دن آنے میں ہے عذر سہیں تو
 ہم ہیں ملک الموت کی تقریر کے مشتاق
 دل سرد ہوا سن کے ترے نالہ موزوں !
 تھے شیفقہ ہم محسنِ قاتل کے مشتاق

ردیف کافی

۶۱

وہ جائے کیوں نہ ہجر میں جاں آئے لب تلک
 ہم آرزوئے ہوسہ بد پیغام اب تلک
 کہتے ہیں بے وفا مجھے میں نے جو یہ کہا
 مرنے رہیں گے آپ بد ، جیتے ہیں جب تلک
 ممکنِ حسن ہے کہ نہ بے تاب ہو سکا
 خلوت میں بھی کوئی قلق ہے ادب تلک
 آ جائے کاش موت ہی نسکیں نہ ہو نہ ہو
 ہر وقت بے قرار رہے کوئی کب تلک
 وہ چشمِ التفات کہاں اب جو اس طرف
 دیکھیں ، کہ ہے دریغ نگاہِ شائب تلک
 ایسے کریم ہم ہیں کہ دیتے ہیں بے طلب
 پہنچاؤ یہ پیام اجلِ جاں طلب تلک

مایوس لطف سے نہ کر اے دشمنی شعار
 اُمید سے اٹھاتے ہیں ہم جورابِ تلک
 یہاں عجز ہے رہا ہے تہ و ان نلزل دل فریب
 شکرِ بجا رہا گلہ ہے سب تلک
 ایسی ہی ہے قراری رہی متصل اگر
 اے شیفتہ ہم آج نہیں بچتے شب تلک

دریغِ لام

۶۲

طالعِ خفتہ دشمن نہ جگانا شبِ وصل
 دیکھ اے مرغِ بحر غل نہ بچانا شبِ وصل
 آن کو منظور نہیں نیند کا آنا شبِ وصل
 اس لیے کہتے ہیں غیروں کا نسانا شبِ وصل
 صبر پروانے کا بھہر نہ ہڑے ڈرتا ہوں
 ماہِ رو شمع کو ہرگز نہ جالانا شبِ وصل
 خواہشِ کامِ دل اتنی نہ کر اے شوق کہ وہ
 ڈھونڈتے ہیں چلے جانے کو بھانا شبِ وصل
 آپ منت سے ہلانے بھیے کیوں کسر آؤں
 غیر کے گھر میں ہے تیرا تو ٹھکانا شبِ وصل
 شان میں صحبتِ لاکس سے خلل آتا ہے
 صبحِ ہجران کو بس اب منہ نہ لگانا شبِ وصل

تیرگی بختِ سیہ سے مرے لیے جا کہ ضرور
جلوہ آس مہر لقا کا ہے چھپانا شبِ وصل

روزِ ہجران میں اٹھے جاتے ہو کیوں دنیا سے
شیفتہ اور بھی تم لطف اٹھانا شبِ وصل

۶۲

اصحابِ درد کو ہے عجب تیزیٰ خیال
مثرِ زبانِ لطقِ قلم کی زبانِ حال

عہدِ وفا کیا ہے ، نباہیں گے ، شکِ عہد
وعدہ کیا ہے ، آئیں گے ، بے جا ہے احتال

یا کچھ وہاں سے منزلِ مقصود پاس ہے
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ سَكَنْتُمْ عَلَى الْجِبَالِ

ناز و غرور ٹھیک ہے ، جور و جفا درست
کس کے ہوا نصیب بہ حسن اور یہ جال

ساقِ پہلا وہ یادہ کہ غفلت ہو آگہی
مطرب سنا وہ لغتہ کہ ہو جس سے قال ، حال

ہم اگلے عشق والوں کی تقلید کیوں کریں
اے خوردہ گیر ، نَحْنُ رِجَالٌ وَ هُمْ رِجَالٌ

اہلِ طریق کی بھی روش سب سے ہے انگ
جتنا زیادہ شغل زیادہ فراغِ بال

ہنگامِ عہد کام میں لائے وہ ایسے لفظ
جن کو معانی متعدد پر اشتال

مَاذَا لَتُنْبِتْنَ وَالَّتِي فِي الْحَيَاتِ
مَاذَا تَقْتُلْنَ وَالَّتِي فِي الْحَجَالِ

قطعہ

یہ بات تو غلط ہے کہ دیوانِ شیفہ
ہے نسخہٴ معارف و مجموعہٴ کمال
لیکن مبالغہ تو ہے البتہ اس میں کم
ہاں ذکرِ خند و خال اگر ہے، تو خال خال

۶۳

یاں آئے میں نہیں کن کو جو تمکین کا خیال
غالباً کچھ تو ہوا ہے مری تمکین کا خیال
کفرِ السوس تلمی سے بھی بڑے ہاتھ میں نقش
بس کہ ہے دل میں مرے دستِ نگارن کا خیال
گو مجھے عاشقِ مفلس وہ کہیں طعنے سے
تو ایسی کیوں کر نہ رکھوں ساعدِ سیمیں کا خیال
تعزیت کو مری وہ آئے تو کیا ذلت ہے
اہلِ ماتم کو نہیں ہزم کی تڑپیں کا خیال
کیوں نہ ہو دستِ مرہ ماتمیوں کا رنگیں
مرے دم تھا مجھے اُس پنچہٴ رنگیں کا خیال
سخنِ عشق ہے ہنر کی لکیر اے پرویز
دلِ فرہاد سے کیوں کر مٹے شہرین کا خیال

۱۔ اے محبوباؤ! تم کس طرح لوٹ مار کرتی ہو جب کہ تم گھروں میں ہوتی ہو
لوٹ تم کس طرح قتل کرتی ہو جب کہ تم جہیز کدائیوں میں ہوتی ہو۔

کیا مسلمان ہیں ہم شیقتہ سبحان اللہ
دل سے جاتا نہیں دم بھر بت بے دین کا خیال

۶۵

بلبل کو بھی نہیں آھے دماغِ صدائے گل
ہگڑی ہے تیرے دور میں ایسی ہوائے گل
ہنگامِ غش جو غیر کو آس نے سنگھائے گل
جنت میں لے چلی مری جان کو ہوائے گل
ایما ہے بعدِ مرگ بھی ہم بے وفا رہے
اس واسطے ہزار بہ میرے چڑھائے گل
سرق ہیں گل کے نام ہی پر بلبل کہ اب
بھرتی ہیں ساتھ ساتھ مرے جب سے کھائے گل
کھٹکوں عدو کی آنکھ میں تا بعدِ مرگ بھی
کانٹے مرے مزار بہ رکھنا بچائے گل
کس کس طرح سے کھوئے گئے غیر کیا کہوں
روزِ جزا بھی سینے بہ میرے جو ہائے گل
جاتی ہے تیرے حسنِ جہاں سوز سے ہمار
تکلیں گے شعلے خاکِ چمن سے بچائے گل
آخر دو رنگی آس گلِ رعنا بہ کھل گئی
لوگوں کو دیکھ کر جو عدو نے چھپائے گل
عاشق سے چلے راہ محبت میں جان دے
کیوں کر نہ عندلیب کرے جان فداے گل
خاموش عندلیب ، کہ طاقت نہیں رمی
ہیں چاک پردے کان کے مثلِ قباے گل

شاید دکھانے لائے گا آں کو کہ غیر نے
 بستر پہ میرے کانٹوں کے بدلے بچھائے گل
 جس گل میں ہے ادا وہ چمن میں بھلا کہاں
 اے بلبلو تمہیں کو مبارک اداے گل
 میرا آنہیں کو غم ہے کہ بلبل کی آہ پر
 کرتا ہے کون چاک گریبان ، سوائے گل
 جنت میں پہنچیں بلبلیں ، پروانے جل گئے
 اب کون شمع گور پر اور کون لائے گل
 اک گل کا شوق تھا سب اپنی وفات کا
 پھولوں کے دن مرے رفتا نے منگائے گل
 لکھی یہ ہم نے وہ غزلِ تازہ شیفتہ
 ہر شعر جس میں داغِ دوِ دستہ ہائے گل

دریغِ مہم

۶۶

کہ ہم سے خفا وہ ہیں گہے اُن سے خفا ہم
 مدت سے اسی طرح ابھی جاتی ہے باہم
 کرتے ہیں خلطِ ہار سے اظہارِ وفا ہم
 ثابت جو ہوا عشق ، کجا ہار کجا ہم
 کچھ نشہ مے سے نہیں کم نشہِ نفرت
 تنوکی میں بھی صبا کا آٹھانے ہیں مزا ہم

مطبوع یار کو ہے جفا اور جفا کو ہم
 کہتی ہے بدِ عدو کو وفا اور وفا کو ہم
 دشنام بھی سنی نہ تمہاری زبان سے
 ہے کوسنی اثر کو دعا اور دعا کو ہم
 افغان چرخِ رس کی لپٹ نے جلا دیا
 نامے کو ڈھونڈتی ہے صبا اور صبا کو ہم
 لاتا ہے ظنِ لیم تبسم سے جوشِ میں
 دل کو فلق ، فلق کو بُکا اور بُکا کو ہم
 درماں مرادِ غم کا ترے کچھ نہ ہو سکا
 چبڑے ہے چارہ گر کو دوا اور دوا کو ہم
 پھر کیوں نہ دیکھنے سے عدو کے ہو منفعل
 پھر اُس کو دو کہتی ہے حیا اور حیا کو ہم
 ہیں جانِ ہلب کسی کے اشارے کی دہر ہے
 دیکھے ہے اُس لگہ کو قضا اور قضا کو ہم
 ہے آرزوئے شریعتِ مرگ اب تو شیفہ
 لگتی ہے زہرِ ہم کو شفا اور شفا کو ہم

جتنے ہیں اس قدر جو آدھر کی ہوا سے ہم
 واقف ہیں شیوۂ دلِ شورشِ ادا سے ہم
 افشائے رازِ عشقِ میں ضربِ المثل ہے وہ
 کیوں کر غبارِ دل میں نہ رکھیں صبا سے ہم

چلتے ہیں مے کدے کو کہاں یہ عزیز وان
 رخصت تو ہو لیں کبر و تفاق و ربا سے ہم
 اے جوشِ رشکِ قربِ عنو، اب تو مت اٹھا
 بیٹھے ہیں دیکھ ازم میں کس التجا سے ہم
 ہے جامہ پارہ پارہ، دل و سینہ چاک چاک
 دیوانہ ہو گئے کلِ جیبِ قبا سے ہم
 کیا جانتے تھے صبح وہ محشر قد آئے گا
 شامِ شبِ فراق نہ مرتے بلا سے ہم
 ہریات پر نگاہِ ہاری ہے اصل پر
 لیتے ہیں مشکِ زخم کو زلفِ دوٹا سے ہم
 بے کالہ جب سے باز ہوا ہے رقیب ہے
 آسید قطع کر چکے ہر آشنا سے ہم
 بلبل یہ کہہ رہی ہے سرِ شاخسار پر
 بدست ہو رہے ہیں چمن کی ہوا سے ہم
 کم التفات ہم سے سمجھتے ہیں اہلِ ازم
 شرمندہ ہو گئے قری شرم و حیا سے ہم
 ہاں شیفۃ بھراں میں نصیحت ہی کیوں نہ ہو
 سنتے ہیں حرفِ تلخ کو سحرِ رضا سے ہم

کم فہم ہیں تو کم ہیں پریشالیوں میں ہم
 دانائیوں سے اچھے ہیں لادائیوں میں ہم
 شاید رقیبِ ڈوبِ مریں بحرِ شرم میں
 ڈوبیں گے موجِ اشک کی طغیانیوں میں ہم

محتاجِ فیضِ نامیہ کیوں ہوتے اس قدر
 کرتے جو سوچ کچھ جگر افشانیوں میں ہم
 پہنچاتی ہم نے مشق یہاں تک کہ ہو گئے
 استادِ عندلیب ، لواخوانیوں میں ہم
 غیروں کے ساتھ آپ بھی آٹھتے ہیں بزم سے
 لو میزبان بن گئے مہالسیوں میں ہم
 جن جن کے 'تو مزار سے گزرا وہ جی آٹھے
 باقی رہے ہیں ایک ترے فانیوں میں ہم
 گستاخیوں سے غیر کی آن کو ملال ہے
 مشہور ہوتے کاش ادب دانوں میں ہم
 دیکھا جو زلفِ یار کو تسکین ہو گئی
 یک چند مضطرب تھے پریشانیوں میں ہم
 آنکھوں سے یوں اشارۂ دشمن نہ دیکھتے
 ہوتے نہ اس قدر جو لکھبائیوں میں ہم
 جو جان کھو کے 'الیٰ تو فوزِ عظیم ہے
 وہ چیز ڈھونڈتے ہیں کن آسانیوں میں ہم
 ہیں مفاں کے فیضِ توجہ سے شیفتہ
 اکثر شراب پیتے ہیں روحانیوں میں ہم

دریغِ نون

۷۱

کیوں نہ اڑ جائے مرا خواب ترے کوچے میں
 قرش ہے غمل و کہ خواب ترے کوچے میں
 دولتِ حسن یہاں تک تو لٹائی ظالم
 اشک ہے گوہرِ نایاب ترے کوچے میں

جوشِ کربہ عشاق سے اک دم میں ہوا
 شجرِ سوختہ ، شاداب ترے کوچے میں
 ہوش کا پاؤں جویاں آ کے بھسل جاتا ہے
 کیا لٹھائی ہے مئے ناب ترے کوچے میں
 ہے کفِ ہائے عدو، ہا سے ترے رنگیں تر
 بس کہ ہم روتے ہیں خواب ترے کوچے میں
 گوشہ گیری سے بھی گردش نہ گئی طالع کی
 بھرتے ہیں صورتِ دولاہ ترے کوچے میں
 غیر نے سنگ جو بھینکے وہ ہوئے بالشرِ سر
 چین سے کرتے ہیں ہم خواب ترے کوچے میں
 وہ بھی محروم نہیں جن کو نہیں یزم میں بار
 نیرے رخسار کی ہے تاب ترے کوچے میں
 چل دیا شیفقہ سودے میں خدا جانے کہاں
 ڈھونڈتے بھرتے ہیں احباب ترے کوچے میں

۷۲

کچھ درد ہے مطربوں کی کئے میں
 کچھ آگ بھری ہوئی ہے نئے میں
 کچھ زہر آگل رہی ہے بلبل
 کچھ زہر ملا ہوا ہے تمے میں
 بدست جہان ہو رہا ہے
 ہے ہمار کی ہو ہر ایک تمے میں
 ہیں ایک ہی گل کی سب بہاریں
 فروردیں میں اور فصلِ کدے میں

ہے مستی' نیم خام کا ڈر
 اسرار ہے جامِ پے بہ پے میں
 مے خالہ لہیں قدم نہ رکھیں
 بزمِ جسم و بارگاہِ کے میں
 اب تک زندہ ہے نامِ واں کا
 گزرا ہے حسین ایک مے میں
 ہوتے نہیں طے حکایتِ طے
 گزرا ہے کریم ایک طے میں
 کچھ شیفہ یہ غزل ہے آفت
 کچھ درد ہے مطربوں کی آئے میں

۷۳

روزِ غول ہوتے ہیں دو چار ترے کوچے میں
 ایک ہنگامہ ہے اے یارِ ترے کوچے میں
 فرشِ رہ میں جو دل انگار ترے کوچے میں
 خاک ہو روئی گلزار ترے کوچے میں
 سرِ فروش آتے ہیں اے بارِ ترے کوچے میں
 گرم ہے موت کا بازار ترے کوچے میں
 شعرِ اس اب نہ کہوں گا کہ کوئی پڑھتا تھا
 اپنے حالی مرے اشعار ترے کوچے میں
 نہ ملا ہم کو کبھی تیری گلی میں آرام
 نہ ہوا ہم پہ جز آزار ترے کوچے میں

ملک الموت کے گھر کا تھا ارادہ اپنا
 لے گیا شوقِ غلط کلر ترے کوچے میں
 تو ہے اور غیر کے گھر جلوہ طرازی کی ہوس
 ہم ہیں اور حسرتِ دیدار ترے کوچے میں
 ہم بھی وارستہ مزاجی کے ہیں اپنی قائل
 'خلد میں روح'، تیرے زار ترے کوچے میں
 کیا قباہل سے یہ کہتا ہے 'کہاں رہتے ہو؟'
 ترے کوچے میں ستم کلر! ترے کوچے میں!!
 شیفٹہ ایک نہ آیا تو نہ آیا کیا ہے
 روز آ رہتے ہیں دو چار ترے کوچے میں

۷۲

شکوہ جفا کا کیجئے تو کہتے ہیں کیا کروں
 تم سے وفا کروں کہ عدو سے وفا کروں
 کلشن میں چل کے بندِ قبا تیرے وا کروں
 جی چاہتا ہے جاسمہ گل کو قبا کروں
 آٹا ہوں پیرِ دیر کی خدمت سے مست میں
 ہاں زاعبدو تمہارے لیے کیا دعا کروں
 جوشِ قفاں وداغ، کہ منظور ہے آئیں
 دل لڈر کاوشِ نگہِ سرما سا کروں
 نفرین ہے شہار ہے اس عمد و سہو پیر
 گر ایک میں صواب کروں سو خطا کروں
 مطرب بدیعِ نغمہ و ساقِ پری جال
 کیا شرحِ حالتِ دلِ درد آشنا کروں

تم دلربا ہو دل کو اُگر لے گئے تو کیا
 جب کاہ ہو کے میں اثر کھریا کروں
 اے چارہ ساز لطف! کہ تو چارہ کر نہیں
 بس اے طیب رحم! کہ دل کی دوا کروں
 پیتا ہوں میں مدام بنے نابِ معرفت
 اصلِ شورو و آہِ خیانت کو کیا کروں
 یا اپنے جوشِ عشوۂ بہم کو تھامیے
 یا کہیے میں ابھی نالۂ شورش فزا کروں
 میں جل گیا وہ غیر کے کھر جو جلے گئے
 شعلے سے استعارۂ آوازِ ہا کروں
 ڈر ہے کہ ہو نہ شوقِ مزامیر شیفۃ
 ورنہ کبھی سامعِ مجرّد سنا کروں

۷۷

مانا سحر کو یار آئے ہاں جلوہ گر کریں
 طاقت بھی کہاں کہ شبِ غم سحر کریں
 تزلزلِ میری گور کی لازم ہے خوب سی
 تقریبِ سیر ہی سے وہ شاید گزرت کریں
 اب ایک اشک ہے دُرِ نایاب ، وہ کہاں
 تارِ نظر جو گریہ سے سلکِ گُہر کریں
 وہ دوست ہیں انہیں جو اثر ہو گیا تو کیا
 نالے دیں وہ جو غیر کے دل میں اثر کریں
 آئے تو آن کو ریخ ، نہ آئے تو بجہ کو ریخ
 مرنے کی میرے کاش نہ آن کو خبر کریں

ہے جی میں سونگھیں نکہتِ کل جا کے باغ میں
 بس کب تک التجائے نسیمِ سحر کریں
 اب کے ارادہ ملکِ عدم کا ہے شیفٹہ
 کھبرا گئے کہ ایک جگہ کیا بسر کریں

۷۶

شب وصل کی بھی چین ہے کیوں کر بسر کریں
 جب یوں لگا ہوائی 'مرغِ سحر' کریں
 عقل میں اک لنگہ اگر وہ ادھر کریں
 سو سو اشارے غیب سے بھر رات بھر کریں
 طوفانِ نوح لانے سے اے چشمِ فائدہ ؟
 دو اشک بھی بہت ہیں ، اگر کچھ اثر کریں
 آرزو ہوس سے خلقِ ہوا ہے یہ لا مراد
 دل پر نگاہ کیا ہے ، وہ مجھ پر نظر کریں
 کچھ اب کے ہم سے بولے تو یہ جی میں ہے کہ پھر
 فاصح کو بھی رقیب سے آزدہ کر کریں

واں ہے وہ نغمہ جس سے کہ حوروں کے ہوش جائیں
 پاں ہے وہ لالہ جس سے فرشتے حذر کریں
 اہلِ زمانہ دیکھتے ہیں عیب ہی کو ہیں
 کیا فائدہ جو شیفٹہ عرضِ ہنر کریں

۷۷

کب ہاتھ کو خیالِ جزائے رفو نہیں
 کب ہارہ ہارہ پہرہنِ چارہ جو نہیں
 گلگشتِ باغ کس چمن آرا نے کی کہ آج
 سوچِ ہمار مدعیِ رنگ و بو نہیں

وان بار ہو گیا ہے نواکت سے ناز بھی
 یان ضعف سے دماغ و دلِ آرزو نہیں
 کس نے سنا دیا دلِ حیرت زدہ کا حال
 یہ کیا ہوا کہ آٹھ اب رویرو نہیں
 تغیرِ رنگ کہتی ہے وصلِ عدو کا حال
 یعنی نقابِ رخ پہ کبھو ہے ، کبھو نہیں
 گستاخِ شکوہ کیا ہوں کہ الدارِ عرض پر
 کہتے ہیں اختلاط کی بندے کی خو نہیں
 کیا جانے دردِ زخم کو گو ہو شہیدِ ناز
 جو نیم کشتِ خنجرِ رشکِ عدو نہیں
 ابرِ سرشک و گلشنِ داغ و نسیمِ آہ
 ساسنِ عیش سب ہے ہر افسوس تو نہیں
 بد خوئیوں سے یار کی کیا خوشی ہوں شیفۃ
 ہر ایک کو جو حوصلہ آرزو نہیں

۷۸

کچھ اور بے دلی کے سوا آرزو نہیں
 اے دل یقین جان کہ ہم ہیں تو کو تو نہیں
 بے اشک لالہ گوں بھی تمیں بے آبرو نہیں
 آنسو میں رنگ کیا ہو کہ دل میں اہو نہیں
 پھر بھی کہو گے چھوڑنے کی اپنی خو نہیں
 عطرِ سہاگ ملتے ہو وہ جس میں اُبو نہیں
 یہ کیا کہا کہ بکتے ہو کیوں آپ ہی آپ تم
 اے ہم نشیں مگر وہ مرے رویرو نہیں

بے طمانی نے کام سے یہ کبھو دیا کہ بس !
 دل گم ہوا ہے اور سر جستجو نہیں
 محفل میں لحظہ لحظہ وہ چشمِ ستیزہ خو
 لڑتی ہیں کیوں اگر سرِ صلحِ عدو نہیں
 کیا جوشِ انتظار میں ہر سمت دوڑا ہے
 بد قاصیوں سے ہائے گزر اہکِ سو نہیں
 دی کسی نے اشکِ سرمہ سے تیغِ مڑہ کو آبِ
 شورِ فغاں کو فکرِ خراشِ گلو نہیں
 یہ پیچ و تاب میں شبِ غم بے حواسیاں
 اے دل خیالِ طرہٴ تابعدہ سو نہیں
 دستِ جنوں نے جامۂ ہستی قبا کیا
 اب ہائے چارہ گر کو خیالِ رفو نہیں
 شکرِ ستم بھی راس نہ آیا ہیں کہ اب
 کہتے ہیں وہ کہ لائقِ الطاف تو نہیں
 ہرجائی اپنے وحشی کو منہ سے یہ کہتے ہو
 کیا آپ کا نشانِ قدم کُو بہ کُو نہیں
 لیرنگیوں نے تیری یہ حالت تغیر کی
 آسید زلزلگی کی کبھو ہے ، کبھو نہیں
 کیا ہو سکے کسی سے علاجِ اپنا شیفۃ
 اس کل پہ غش ہیں جس میں محبت کی بو نہیں

ہم سے آزادِ روشِ ہاتھ میں زر رکھتے ہیں
 کیا قیامت ہے کہ اب سروِ عمر رکھتے ہیں
 شکر میں وصل کی شب کے نفسِ چرخ سے ہم
 فکرِ آزادی، سرِ علانِ سحر رکھتے ہیں

نہ مذمت کا قہر نہ ثنا کی خواہش
 عیب رکھتے ہیں نہ ہم کچھ ، نہ ہنر رکھتے ہیں
 دل ترا سنگ ہے ہر آگ کہاں ہے اس میں
 دل ہمارا ہے کہ شیشے میں شر رکھتے ہیں
 آہ و زاری کی مصیبت سے بہت سہل جھٹے
 بذلہ و ہزل ترے دل میں اثر رکھتے ہیں
 نہ ہمارا کوئی دشمن نہ ہمارا کوئی دوست
 وہ نظر آور ہے جو اہل نظر رکھتے ہیں
 بے خودی ہم کو ہے اور آن کو خود آرائی ہے
 نہ ہماری وہ ، نہ ہم آن کی خبر رکھتے ہیں
 شیفتہ ہم سے ہو جس شخص کو ملنا مل لے
 صبح اس شہر سے ہم عزم سفر رکھتے ہیں

گرم جوشی ہے مگر فرق شرارت میں نہیں
 چھوڑ کس بات میں ، طعنہ کس اشارت میں نہیں
 رات ساقی نے کہا جس کے یہ سب جلوے ہیں
 وہ عبارت میں نہیں اور اشارت میں نہیں
 ہم کو مقصد سے زیادہ ہے ادب میں کوشش
 ورنہ کچھ غیر ، سوا ہم سے جسارت میں نہیں
 رند فارغ بھی ہوئے جامِ سحر گاہی سے
 اور زاہد ابھی آہنگِ طہارت میں نہیں
 فرحتِ نفس جو وہ ہے تو یہ ہے راحتِ روح
 کیا ہزرتی میں مزا ہے جو حقارت میں نہیں

اہلِ دانش کے فوائد کی تو کیا بات مگر
 غور سے دیکھو تو عاشق بھی خسارت میں نہیں
 جامِ مے دے کہ وہاں کام پڑا ہے مجھ کو
 کہ صبا کو بھی جہاں دخل سفارت میں نہیں
 قتل و غارت کہ سمجھتے ہو جسے امرِ عظیم
 یہ تو داخلِ ایہی وہاں ناز و شرارت میں نہیں
 دل کے بدلے میں طلب گار نہیں کچھ تم سے
 شیفتہ زمرۂ اصحابِ تجارت میں نہیں

۸۱

لہ سجدہ ریز ہیں اعدا جو سر جھکاتے ہیں
 ترا فریب سے نقشِ قدم مٹاتے ہیں
 چراغِ وقف، محبت نے کر دیا انوس
 کہ مجھ کو اپنے پرانے سبھی جلاتے ہیں
 جو آن سے نقشۂ صحبت ہی رہا چندے
 تو دیکھ لو گے کہ ہم نقش کیا بٹھاتے ہیں
 میں اُس کے لطف کی باتوں کے دھیان میں چپ ہوں
 کہاں ہے غش، رفا عطر کیوں سنگھاتے ہیں
 شبِ وصال میں تا کیفیت اُلٹا نہ سکوں
 وہ مجھ کو ساغرِ مے متعل پلاتے ہیں
 مہماری بات میں کیا آ گیا ہے شیفتہ فرق
 کہ مدعی بھی کچھ اب مدعا بتاتے ہیں

عذر اک ہاتھ لگا ہے انہیں یاں آنے میں
 کیوں کہا میں نے کہ چلیے مرے غم خانے میں
 میرِ وحشت کو جو اک خلق چلی آئی ہے
 شہر آباد ہوا ہے مرے ویرانے میں
 ہم بھی محروم سہی ، غیر تو ہوں گے محروم
 لطف آ جائے کہیں یار کو شرمانے میں
 یہ تو سچ ہے کہ کجا محتسب و بادہ کشی
 بھر بہ این جوشِ یہ کیوں آئے ہیں مرے خانے میں
 لے لیا پنچہ گلِ گون میں جو اپنے کُلو نے
 ہم نے جانا ، ہیں جڑے لعل ترے شالے میں
 سچ کہا غیر کو گھر نیند نہ آئی ہوگی
 فرش ہے مخملِ کاشاں ، ترے کشائے میں
 شیفقہ سن کے وہ دیتے ہیں جولا کھوں دشنام
 اثرِ بادہ ہے گویا مرے افسانے میں

ہے ستم کے رشک کا آن کے گہاں میں امتحان
 غیر کا کرتے ہیں میرے امتحان میں امتحان
 آرزوے مرگ تھی روزِ جدائی ، مر گئے
 کر لیا تاب و اثر کا اک فقاں میں امتحان
 چھوڑ تو دیکھو کہ بعد از قتل مجھ سے یہ کہا
 آپ کا ہرگز نہ تھا اپنے گہاں میں امتحان

دیکھ کر آئینہ ، دیکھیں ہم منہسے گئے یا نہیں
اپنے ہم کا لیں گے سیرِ زعفران میں استحان

اُن کے کوچے میں تمہیں لے جاؤں کیوں کر شیفٹہ
کر چکا ہوں تم کو سیرِ گلستان میں استحان

۸۲

تنگ تھی جا خاطرِ ناشاد میں
آپ کو بھولے ہم اُن کی یاد میں

کیوں کر آلتا ہے خدا ریخِ قفس !
مر گئے ہم تو کفِ صیاد میں

وہ جو ہیں تاریخ سے واقف بتائیں
فرق بادِ آہ و بادِ عباد میں

یاں آمیدِ قتل ہی نے خون کیا
رہ گئی حسرتِ دلِ جتلاد میں

بے تعلق بن بھی آخر قید ہے
قید پائی خاطرِ آزاد میں

غمزہ شیریں ہی کی دولت سے تھا
جو اثر تھا ٹیٹھ لڑھاد میں

کیوں خبر بوجھوں ، ترا یارِ عالمے !
مر گیا شورِ مبارکِ باد میں

بے ٹکٹف جی میں جو آئے کرو
کیا دھرا ہے نالہ و لڑھاد میں

دھیان تھہ کوہو نہ ہو ، پر شیفٹہ
رات دن رہتا ہے تیری یاد میں

۸۵

ہے استزاجِ مشک مئے لعلِ فام میں
آئی ہے بوئے غیر ہمارے مشام میں

پہنچے کہاں تصرفِ ساق سے اہلِ بزم
پہنچی نہیں شرابِ صراحی سے جام میں

تا فرق آئے بات میں فرمالشیں وہ کہیں
تعجیل جن کے ہو نہ سکے انصرام میں

اب کچھ ہمیں غنا سے تعلق نہیں رہا
جوش و تپش کو بار نہیں اس مقام میں

اس لطف سے کہاں ہے نسیمِ چمن میں بُو
جو لطف بھر رہا ہے تمہارے پیام میں

ہے شرطِ عشق یہ کہ نہ غفلت ہو ایک دم
کیسا ہی دل پھنسا ہو امورِ عظام میں

آئی جو آج کام میں صہبائے تند و تلخ
ساقی نے خوب راز کہے بارِ عام میں

آہو کے بخت، آئے جو تیری کھنڈ میں !
ہلیل کی قسمت، آئے اگر تیرے دام میں !

تم کو نہیں جو عجب، تعجب ہے شیفۃ
ہے فی زمانہ یہ سرشتِ کیرام میں

۸۶

اثرِ لہِ دلِ زار کی افواہیں ہیں
یعنی مجھ پر کسرمِ یار کی افواہیں ہیں

شرم لے فالۃِ دل، خالۃِ اغیار میں بھی
جوشِ افسانِ عزا کی افواہیں ہیں

کب کیا دل میں مرے ہند و نصیحت نے اثر
 ناصر بیدہ گفتار کی افواہیں ہیں
 جنسِ دل کے وہ خریدار ہوئے تھے کس دن
 یہ ہوں ہی کوچہ و بازار کی افواہیں ہیں
 قیس و فرہاد کا منہ ، مجھ سے مقابل ہوں گے ؟
 مردمِ وادی و کہسار کی افواہیں ہیں
 یہ بھی کچھ بات ہے ، میں اور کروں غیر سے بات
 تم نہ سالتو کہ یہ اغیار کی افواہیں ہیں
 کس توقع پہ جیں شیفۃ سایوسِ کرم
 غیر پر بھی ستمِ یار کی افواہیں ہیں

۸۷

خوش رویدُخو ہیں کیا میں چاموں
 بے گانوں سے کیوں کر آشنا ہوں
 مت چھڑ کہ یار سے جدا ہوں
 اے مرگ میں آپ مر رہا ہوں
 ممکن نہیں ہیں ملے لباحوں
 بے گانہ آشنا ہوں
 لہلہی کہے سے بگڑ گئے تھے
 دیوالہ میں جان کر بنا ہوں
 کہتا ہوں جو غیر سے نہ ملیے
 کہتا ہے کہ کیا میں بے وفا ہوں
 روشن ہے مری سیاہ بختی
 منت کشر سایہ ہا ہوں

بے گانہ وشی ستم ہے آن کی
 غیروں کو بھی یار جانتا ہوں
 آس غیرتِ گل سے ربط معلوم
 ہر چند میں ہدمِ صبا ہوں
 ہمدم نہ سہی محبت آس کو
 اس بات پہ کیا آئے نہ چاہوں
 دی غیر کو آس نے کب عرق چیں
 میں شرم سے آب کیوں ہوا ہوں
 دیکھا نہیں مجھ کو ستے میں وہ
 کیا ہائے رقیب کی صدا ہوں
 مکشوف ہوا فروغِ مے سے
 ذرہ میں کس آفتاب کا ہوں
 میں شیفتہ ہوں عزیزِ دلہا
 شیریں گفتار و خوش نوا ہوں

۸۸

عہدِ ثبات عہدِ پہ ہے متصل ، نہیں
 اے شیفتہ نوید ، وہ یہاں گسل نہیں
 آفت چھپا کے اور بھی شرمندہ میں ہوا
 اظہارِ عشقِ غیر سے وہ متفعل نہیں
 مت چھیڑ اے رقیب کہ مانندِ زلفِ یار
 عورتا بہ پا شکستہ ہوں ہر مضحل نہیں
 دل سختیاں سہے پہ کہاں نازکیِ تن
 دُئی کے سک دل تو پشانِ چگل نہیں

کیا روئے کہ تذکرہ سوزِ رشک ہے
 وہ گلِ عرقِ عرق تو ہے لیکن خجل نہیں
 پتھر وہ اور ہے جسے مشکل ہے ٹالنا
 فرہاد بے ستون تو سینے کی سل نہیں
 جو حال پوچھنا ہو تم اس کو ہی پوچھ لو
 مجھ کو دماغِ قصہ غم ہمارے دل نہیں
 پہلانے کوئی جا کے کہاں جی کو ہمارے
 صحرائے قیس گھر کے مرے متصل نہیں
 لک جاؤ اب تو آؤ گلے سب چلے گئے
 اک شیفٹہ رہا ہے سو وہ کچھ خل نہیں

کن حسرتوں سے مرتے ہیں ہم، تم کو غم نہیں
 اپنی بھی مرگ، مرگِ تمنا سے کم نہیں
 قاصد کے ساتھ بے ادبی ہوگی لا کلام
 جز شکوہ اور کچھ مرے خط میں رقم نہیں
 ہر شغل میں اہم ہے لگھبانیِ نفس
 اس سے سوا جہان میں شغلِ اہم نہیں
 ہرگز نہ چھپھائے چمن زارِ عشق میں
 جو سراغِ آتشیں نفس و شعلہ دم نہیں
 سو بار امتحانِ وفا کر چکے، ہر آہ
 اب تک بھی دوستی تمہیں دشمن سے کم نہیں
 حیرت فروغِ آئینہ دل ہے وصل میں
 بے وجہ ہے عتاب کہ آنکھوں میں تم نہیں

واقف اسرارِ آسمانی ہے
جز حریفانِ بادہ خسوار نہیں
چڑھ گئے ہیں کسی کے بھر دم پر
شیفتہ آج بے قرار نہیں

۹۲

کون سے دن تری یاد اے بتِ مفاک نہیں
کون سی شب ہے کہ خنجر سے جگر چاک نہیں
لطفِ قاتل میں شامل نہیں ہو کیا کیجے
سرِ شوریدہ سرا قابلِ فتراک نہیں
نہج پر اے دلبرِ عالم جو ہر اک مرتا ہے
اس لیے مرنے سے میرے کوئی غم ناک نہیں
دل ہوا پاک تو بھر کون نظر کرتا ہے
اور دل پاک نہیں ہے ، تو نظر پاک نہیں
علم اور جہل میں کچھ فرق نہ ہو کیا معنی !
ہم بھی بے پاک ہیں ، پر غیر سے بے پاک نہیں
قیس کو فضلِ تقدّم ہے وگرنہ یاں کیا
سرِ شوریدہ نہیں ، یا جگر چاک نہیں
ما سوی اللہ نہ رہے شیفتہ ہرگز دل میں
خسروی کاخِ سزائے خس و خاشاک نہیں

۹۳

کون ہے جو کامِ عوسِ یاب نہیں
کس جگہ زلف کی بو ، رخ کی ترے تاب نہیں
مجھ پر آں چلو سے جو کچھ کہ گزرتی ہے نہ ہوچھ
اس قدر شعلہ کبھی آفتِ صباب نہیں

برق و باران کے تلاطم کا کہاں تک مذکور
رخِ ہر سور نہیں دیدہ ہر آب نہیں

وضع کا حفظ ہے تو عشرتِ صحبت معلوم
ہزمِ اغیار سے کم محفلِ احباب نہیں

اعلیٰ تحقیق کے نزدیک رخِ زیبا کو
ہردہ شرم سے بہتر کوئی جلیاب نہیں

سیرِ مہتاب کا وان عزم ہوا کیا موقوفہ
شبِ مہتاب میں لطفِ شبِ مہتاب نہیں

فیضِ حق عام ہے افسردہ دل زار نہ ہو
دشت کیا جلوہ گہ لالۂ شاداب نہیں

خواب میں بھی وہ نظر آئے ہیں غیر کے ساتھ
تلخ عیشوں کو مقرر کہ شکر خواب نہیں

کیا وہ صحرا کہ جہاں شور نہ ہو رھزن کا
کیا وہ دریا کہ جہاں بیچشِ گرداب نہیں

ہار سا کیا ہوئے تم شیفۃِ سادے بھی ہوئے
باغ کو چلتے ہو اور ساتھ مٹے تاب نہیں

ناز و ممکین ہے وہاں صبر کی یان تاب نہیں
یہی صورت ہے تو کچھ لیہنے کے اسباب نہیں

طرفہ نیرنگ محبت میں نظر آتے ہیں
برق آنکھوں سے ٹپکتی ہے یہ خواب نہیں

ہائے وہ شوقِ ملاقاتِ عدو میں جا گئے !
جس کی آنکھوں کے تصور میں مجھے خواب نہیں

منع کیوں عشقِ مجازی سے ہمیں کرتے ہو
زاعبدو دھر مگر عالمِ اسباب نہیں؟

جان کی شکل دکھائی ہے بنا کر تجھ کو
دل کی تصویر بنائی ہے ، یہ سیاب نہیں

بحر و بر میں کہیں آرام نہیں خاطر خواہ
بحر میں خار نہیں دشت میں گرداب نہیں

کہیں اعدا کی بھی کچھ دل شکنی ہے منظور
یہ تو مانا کہ تمہیں خاطرِ احباب نہیں

کلفت آلودہ نظر پڑتی ہے مشتاقوں پر
خسروی بزم میں بھی صرفِ مٹے تاب نہیں

”کلّ“ ”یومِ“ ”هَوّی شان“ کی ہے جلوہ گری
اور وجدِ شبِ تار و شبِ مہتاب نہیں

شکوہ آئینِ محبت میں ہے ایجادِ لطیف
نسخہٴ اصل میں ہر چند کہ یہ باب نہیں

غمزہ نادر طلب اور عشوہ ہے نایاب پسند
جنسِ یاقِ دل ہے سو نادر نہیں نایاب نہیں

شیفتہ عشق کی یہ دھوم اور اب تک حضرت !
دلِ بے تاب نہیں ، دیدہٴ بے خواب نہیں؟

۹۵

جی جائے پر جفا میں ہمارا زیاں نہیں
قدرِ ولنا نہیں ہے اگر امتحان نہیں

ہم بھی دکھاتے بغیر سے اخلاص کا مزا
آفت تو یہ بڑی ہے کہ تم بد گمان نہیں

جو دیکھنا ہو دیکھ لیں اختر شناس جلد
نالی اگھر بھی ہیں تو پھر آسمان نہیں

اسرارِ عشق بھی جو حریفوں نے کہہ دیے
پھر اب کوئی جہاں میں رازِ نہاں نہیں

ہم آئے ہیں جہاں سے وہیں کا خیال ہے
جز شاخِ سدہ ہم کو سرِ آشیان نہیں

واں شوقِ داستان ہے جہاں داستانِ شوق
بر کیا کروں کہ دوست کوئی قصہ خوان نہیں

حرفِ درشتِ لیرِ سبک وضع بھی سہی
میں وہ ہوں جس پہ بازِ امالت گراں نہیں

رنگیں ہے بے گناہوں کے خون سے سوادِ شہر
حالِ آن کہ واں هنوز سرِ استحان نہیں

حکمت می ہوگی برقِ جو دی ہم کو جاے دل
بے مصلحتِ صلاح و فسادِ جہاں نہیں

کیوں غارِ بزمِ شاہ سے کرتے ہیں اہلِ فقر
کچھ فرشِ پوریا سے تو کم پرئیاں نہیں

چلیے چمن کو نجمِ سحرِ جلوہ گر ہوا
بروئیں نہیں ، بینات نہیں ، کھکشاں نہیں

کیوں کر سنیں وہ شہرت اگر کو بہ کو نہ ہو
افسوس کم شکیبِ سرا رازِ داں نہیں

آئینہ جلوہ گاہِ پری ہے ، لہ دیکھنا
نظارۂ پری کی بشر کو توان نہیں

ہم نے بھی ہزل و بذلہ گوارا کیا کہ وان
 فخرِ نصیلت و شرفِ دودمان نہیں
 مشہور روزگار ہے محسودِ روزگار؟
 بے التفاتیوں سے ہمارا زبان نہیں
 گر ہے فریبِ غمزہ جادو اثر ہیں
 دلداری ایک شہر کی مشکل وہاں نہیں
 کچھ ہم پر آپ پر نہیں موقوف شیفہ
 کس کس کے دل پزیر وہ رعنا جوان نہیں

۹۶

دل کا گلہ ، فلک کی شکایت ، یہاں نہیں
 وہ مہربان نہیں تو کوئی مہربان نہیں
 ہم آج تک چھپاتے ہیں پاروں سے رازِ عشق
 حالان کہ دشمنوں سے یہ قصہ نہاں نہیں
 زیبا نہیں ہے دوست سے کرنا معاملہ
 کچھ ورنہ نازِ جان کے بدلے گراں نہیں
 ہم زمرہٴ رقیب میں مل کر وہاں گئے
 جب شوق رہتا ہو ، کوئی ہاسباں نہیں
 آشفتمثلِ باد ہوں ، بے تاب مثلِ برق
 کیوں کر معینِ چرخ تری شوخیان نہیں
 ہم آپ پر لشار کریں کائنات کو
 ہر کیا کریں بساط میں جزیم جاں نہیں
 سامانِ وجد فتنہٴ محشر کو دے دیا
 وہ خاک پر ہماری جو دامن کشاں نہیں

کیوں ہیں ندیمِ دوست سناش میں غیر کی
 کیا ہم کو آن سے رسم و رور ارمشاں نہیں
 اک حالِ خوش میں بھول گئے کائنات کو
 اب ہم وہاں ہیں مطرب و ساقی جہاں نہیں
 کس کس پہ رشک کیجیے کس کس کو روئیے
 کس دن وہ جلوہ آفتِ حدِ خائمان نہیں
 کیوں یہ هجومِ شور و شغب ہے نشور میں
 ایسا تو شیفۂ ہمیں خوابِ گدراں نہیں

۹۷

آرام سے ہے کسوں، جہاںِ خراب میں
 گل سینہ چاک اور صبا اضطراب میں
 سب اس میں محو اور وہ سب سے علاحدہ
 آئینے میں ہے آب نہ آئینہ آب میں
 معنی کی فکر چاہیے، صورت سے کیا حصول
 کیا فائدہ ہے، موج اگر ہے سراپ میں
 نے بادِ نو بہار ہے اب نے شمعِ گل
 ہم کو بہت ثبات رہا اضطراب میں
 حیرت ہے کیا، نقاب ہیں گر رنگ رنگ کے؟
 نیرنگِ جلوہ سے ہے تنوعِ نقاب میں
 فرصت کہاں کہ اور بھی کچھ کام کیجیے
 بازی میں جمعہ صرف ہے، شنبہ شراب میں
 ذات و صفات میں بھی جی ربط سمجھیے
 جو آفتاب و روشنی آفتاب میں

قطعِ نظر جو نقش و نگار جہاں سے ہو
 دیکھو وہ آنکھ سے جو نہ دیکھا ہو خواب میں
 طوئی کُہنم جو کشتہ عشقِ عقیق میں
 کہا شبہ اس گروہ کے حسنِ مآب میں
 مرنے کے بعد بھی کہیں شاید پتا لگے
 کھویا ہے ہم نے آپ کو عہدِ شباب میں
 بھرے ہوائے مطرب و مے ہم کو شیفہ
 مدت گزر گئی ورع و اجتناب میں

۹۸

شوخی نے تیری لطف نہ رکھا حجاب میں
 جلوے نے تیرے آگ لگاؤ لُقاب میں
 آئینہ گر ہو، چرخ میں لا آہان کو
 آرقص کر، زمین کو ڈال اضطراب میں
 سو مہر کا فروغ ہے واں جلوہ گاہ میں
 سو باغ کی شمع ہے واں رختِ خواب میں
 وہ قطرہ ہوں کہ موجِ دریا میں گم ہو
 وہ سایہ ہوں کہ عمو ہو آفتاب میں
 سالک کی یہ مراد کہ مجھ سا ہو نفس بھی
 رہزن کو یہ خیال کہ رہرو ہو خواب میں
 اُس صوتِ جان نواز کا ثانی ہنا نہیں
 کیا ڈھونڈتے ہو ریض و عود و رہاب میں
 اے وائے روزِ حشر اگر ہم سے ہو سوال
 جو کچھ کیا ہے ہم نے شبِ سہتاہ میں

آنا ہے کون کون کہ آئے ہیں اب نظر
دربان افعال میں حاجب حجاب میں

شرم گنہ نہ پیر عقوبت ، یہ رنج ہے
ہے آٹھائی آس نے اذیت عتاب میں

ہوجھی تھی ہم نے وجہ ملاقات مدعی
اک عمر ہو گئی انہیں فکر جواب میں

لڑی نہ جائے آنکھ جو ساقی سے شیفہ
ہم کو تو خاک لطف نہ آئے شراب میں

۹۹

لاچار میں خموش وہ ناحق عتاب میں
طاقت تھی جتنی صرف ہوئی اضطراب میں

ہوسے کہے قبول نہ گنتی یہی چھوڑ دو
ایسا نہ ہو کہیں بڑے جھگڑا حساب میں

بے باک کس قدر ہے کہ ڈوبا ہوا ہے سب
داس نہو میں اور گریباں شراب میں

شاید کہ پڑ گئی ہے کمی شیخ کی نظر
ہم بے دھڑک جو کرتے ہیں توبہ شباب میں

آخر جہان میں شبِ تاریک بھی تو ہے
اچھا نہ آئی آپ شبِ ماحتاب میں

اے آفتِ زمانہ ترے دور میں شکیب
بلبل کو باغ میں ہے نہ ماہی کو آب میں

ہوتا ہے ازدحامِ ممنا آس قدر
ہوتی ہے جتنی دیر کشادہ نقاب میں

جور و ستم عیاں ہے ، وفا و کرم نہاں
 ٹڑتے ہیں جاگتے ہیں ، مٹاتے ہیں خواب میں
 بے پاک شیوہ ، شوخ طبیعت ، زبانِ درواز
 ملزم ہوا ہے ہر نہیں عاجز جواب میں
 اُس نے دمِ وداع کہے عہدِ التفات
 افسوس میں نے کچھ نہ سنا اضطراب میں
 تکلیف شیفہ ہوئی تم کو مگر حضور
 اس وقت اتفاق سے وہ ہیں عتاب میں

۱۰۰

گر کچھ خلل نہ آئے تمہارے فراغ میں
 حسرت کا ہے ہجوم دلِ داغ داغ میں
 مشاطہ باغِ بان کی طرح بے قرار ہے
 میں آن کے پاس کیا ہوں کہ گلچیں ہے باغ میں
 پہلے نہ تھا جہاں میں دلِ داغ دار کیا
 مشہور اس قلم جو ہوا لالہ داغ میں
 جورِ ادیب و شوقِ حبیب و غمِ نشورا
 اپنا کوئی زمانہ نہ گزرا فراغ میں
 صبیحے لالہ نام کہاں اور ہم کہاں
 خوابِ جگر ہے ہمارے ابلاغ میں
 معلوم ہے کہ اہلجوں کو زیاں نہیں؟
 قاصد نہ ہے کچھ ایلیو مرکزِ بلاغ میں
 فانوسِ شیشہ و لکنِ زر سے کیا حصول
 وہ ہے وہاں ، جہاں نہیں روغنِ چراغ میں

نے طالتِ شکیب ، نہ اندازۂ ستیز
 بے جا ہے اہتمامِ تلاشِ سراغ میں
 اُس نو بہارِ حسن کو بدنام مت کرو
 تھی شیفۂ کے ہلے ہی شورشِ دماغ میں

۱۰۱

ہائی ہے بوئے دوستِ عنادل نے باغ میں
 پروانوں پر ہوئی ہے تجلیِ چراغ میں
 اُس کا ہتا ملے تو ہمارا ہتا ملے
 کھویا ہے ہم نے آپ کو جس کے سراغ میں
 مشکوے شد ہوا کرے پر عیشِ واں کہاں
 عشرتِ قنطِ نصیب ہے کنچِ فراغ میں
 عارف نہیں وہ حفظِ مراتب جسے نہ ہو
 جو جلوہ باغ میں ہے کہاں ہے وہ راغ میں
 ہر چند ایک نور سے روشن ہے بزمِ دہر
 جو نورِ مہر میں ہے کہاں وہ چراغ میں
 اک قطرہ جس کا مست کرے کائنات کو
 اے بے خبر وہ مے ہے ہمارے اباغ میں
 بلبل نے گل کبھی نہیں دیکھا ، جو دیکھ لے
 روزِ بہار نہ فرق کرے دشت و باغ میں
 سو بار ”اٹ پکاؤ“ پڑھو حسنِ دوست پر
 سامانِ صد بہار ہے اک ایک داغ میں
 پیری میں سیرِ باغ کی تقریبِ شیفۂ
 معشوقہ ساتھ ہے نہ خلل ہے دماغ میں

عید ہے اور ہم کو عید نہیں
اگر آ جائے بعد نہیں

لاش تیری رسید تھی خط کی
خط کی یہ نامہ بر رسید نہیں

قیس کو جو کہے خفیف العقل
راے اس شخص کی سلید نہیں

گر جی ہے هجومِ ابرِ سیاہ
گر کوئی ہے بسے بعد نہیں

ہم اگرچہ ہیں ان دنوں مقبول
لیکن اغیار بھی طریقہ نہیں

آج بھی شعرِ بادہ اے زاہد؟
تیرے نزدیک عید، عید نہیں؟

ذکرِ میرا سنو، نہ بھنوں کا!
لطف ہے قصہ جدید نہیں

دور میں اس کی چشم و مژگن کے
کس جگہ تربتِ شہید نہیں

نہند آئی رقیب آتا ہے
رخصت، اٹھے تو ہم بلید نہیں

شیفتہ اور بھی ہیں نغمہ سرا
پر یہ آہنگ یہ نشید نہیں

ہے گو نہ گو نہ شک ابھی عنو گناہ میں
 جو ہے زبان پر وہ نہیں ہے نگاہ میں
 نمکینِ اضطراب ہے بے دائرِ التفات
 کیا شوخی اثر ہے سراسیمہ آہ میں
 مرغزار و خس ہے وجد میں ہر سنگ کو خشتِ نست
 کیا ہے کشوں نے آ کے کہا خالقانہ میں
 دشمن ہے ابھی زیادہ ہے ، گو دوست کیوں نہ ہو
 مل جائے جو کوئی ترے کوچے کی راہ میں
 سرگشتہ ان کے بھرے سے اربابِ درد ہیں
 کیا فرق چرخِ اخضر و چشمرِ سیاہ میں
 صیادِ دل فریب کا اللہ سے لطفِ عام
 بے زخم ایک صید نہیں صید گاہ میں
 ہے مجھ میں اور غیر میں نصبت وہی جو ہے
 اندیشہِ درست و خیالِ تباہ میں
 دن رات جلوے دیکھتے ہیں مہر و ماہ کے
 یہ روشنی نہ مہر میں دیکھی ، نہ ماہ میں
 باں بے زوال نعمتِ کم یابِ عشق ہے
 دعویٰ ہے ہوا لہوس کو اگر مال و جاہ میں
 ہے جلوہ گر کرشمہ کہ انصافِ پیشگی
 ہلدی لگی ہوئی ہے سرِ دادخواہ میں
 تجھ کو نظر نہ آئے تو اپنا علاج کر
 ہے مرغزارِ جلوہ نما ہر گزِ گاہ میں

دھوکا بھی کو صرف نہیں میلِ یار کا
 دیکھا بڑے بڑوں کو اسی اشتیاء میں
 ہر شیوہ اس کا اپنی جگہ میں تمام ہے
 اعجازِ بات میں ہے تو جادو نگاہ میں
 اسردہ خاطر ہی وہ بلا ہے کہ شیفقہ
 طاعت میں کچھ مزا ہے ، نہ لذت گناہ میں

ردیف واؤ

۱۰۲

ہم سے جو ہو عیار تو دشمن سے صاف ہو
 نصیر ہو کسی سے ، کسی کی معاف ہو
 مرکزِ ترے لبوں سے نہ چھوڑیں گے کامِ دل
 سو بار اس میں غیر سے گولام و کاف ہو
 دل دیں گے ، مال دیں گے مگر جان سو بغیر
 پہونہ ہے وہ شخص جو سرگرمِ لاف ہو
 کافی ہے خوش گزرنے کو دنیا میں اس قدر
 معشوقِ خوش مزاج ہو ، وجہِ کفاف ہو
 موصوف ہو ضرور جفا و عتاب کا
 حسن و جمال میں جو کوئی پاں نہ صاف ہو
 ہے رشکِ بارِ عام غضب ، کیا عجب اگر
 کنجِ خمبول میں "ہوسِ اعتساک" ہو

گر عفو ہو تصور تو آک عرض ہے ہیں
 یہ عرض ہے تصور ہارا معاف ہو
 غالب ہے کچھ تو فرق پڑے واں کی سیر سے
 وحشت میں گر گزار مرا سوئے قاف ہو
 رفتار چرخ ہے اسی شبوہ پہ ، دُور کیا
 گر آپ کی روش بھی ہمارے خلاف ہو
 ہاں کو شکافِ در سے لڑا آنکھ غیر سے
 تیری بلا سے دل میں کسی ہے شکاف ہو
 جو قیسی کی روش تھی وہی اپنی راہ ہے
 دونوں سلیم فکر ہیں ، کیوں اختلاف ہو
 وہ طرزِ فکر ہم کو خوش آتی ہے شیفۃ
 معنی شگفتہ ، لفظ خوش ، انداز صاف ہو

۱۰۵

فروغِ مہر نہ ہو رُخ پہ گر قلب نہ ہو
 نقاب اٹھا کہ یہ لیمانِ آفتاب نہ ہو
 بھرے ہیں رنگِ تکاف سے اہلِ مے خانہ
 شراب بس ہے ، نہیں ہے اگر کباب ، نہ ہو
 کہیں نہ جائے بُتِ مہروش ، یہ ممکن ہے ؟
 خلل پڑے متحرک جو آفتاب نہ ہو
 ہے دل کو شکرِ وفائے عدو سے بے تاب
 کروں میں کچھ گلہ لطف گر عتاب نہ ہو

حجابِ منظرِ مقصود ہے طلسمِ خودی
 جو یہ طلسم لہ لولے تو فتحِ باب نہ ہو
 عزیز ہے بُتِ مے کش کو چشمِ تر، یعنی
 نہ ہو سحابِ تو کیفیتِ شراب نہ ہو
 جت ہی دھوم مچاتے ہیں مے کدے میں رند
 مجھے یہ ڈر ہے کہیں مدرسہ خراب نہ ہو
 وہ ماحتابی پہ بیٹھے ہیں اور ہے شبِ ماہ
 خلافِ شانِ ہے رخ پر اگر نقاب نہ ہو
 غضب ہے، قہر ہے، دیکھئے وہ چشمِ یہ جلوہ
 جسے کہ مہر کے بھی دیکھنے کی تاب نہ ہو
 وہ روئے لالہ موزونِ شیفۃ من کر
 یہ وہ غزل ہے کہ جس کا کہی جواب نہ ہو

۱۰۶

غیر سے حرفِ نمناے جفا کہتے ہو !
 کس سے کہتے ہو، تمہیں خیر ہے، کیا کہتے ہو؟
 زندگی خاک ہو جب فہم میں اتنا ہو خلافہ
 ہم اجل کہتے ہیں تم جس کو جفا کہتے ہو
 کہتے ہیں لایِ وفا موت سے پہلے کسی
 ہم نہیں جانتے تم کس کو وفا کہتے ہو
 کلمہِ جسور بہ کہتے ہیں زہے نااہلی
 ناز ہم کرتے ہیں تم اُس کو جفا کہتے ہو
 شیفۃ شکوہ دشمن سے بس آگے نہ بڑھو
 دیکھو وہ دوست ہے، تم کس کو برا کہتے ہو؟

توسنِ ناز اٹھاتے کیوں ہو
 خاک میں شہر ملاتے کیوں ہو
 لاصحوا یوں بھی تو مرنے جاتے ہیں
 عشق سے مجھ کو ڈرا۔ کیوں ہو
 تابِ نظارہ نہیں پہلے ہی پاں
 تم مجھے آنکھ دکھاتے کیوں ہو
 میرے نزدیک ہو لیٹی سے سوا
 قصہ قیس سناتے کیوں ہو
 حاصل اس سلسلہ جنباتی سے؟
 پامے خوابیدہ جگانے کیوں ہو
 عرضِ غم حوصلہ غیر کہاں
 مجھ سے تم بات بناتے کیوں ہو
 آئینہ عشق کہیں بھتی ہے
 شیفہ اشک بہاتے کیوں ہو

رہط واں ہاتھ کو جب غیر کے داسان سے ہو
 کیوں نہ پاں ہاتھ کو پھر رہط گریبان سے ہو
 جلوۂ دوست اگر دیکھے تو میرا ذمہ
 پھر پری زاد کو وحشت اگر انسان سے ہو
 جو خوشی خط سے تمہارے ہوئی اس سر کی قسم
 وہ شدِ ہند و شدِ روم کے فرمان سے ہو

حسن کیا رکنِ امارت ہے کہ ممکن ہی نہیں
 ربط اُن سے نہ کرے کوئی جو ارکان سے ہو
 میں نہیں جانتا آپ آئیں وہ یا خط بھیجیں
 ہر مرے دل کو تسلی کسی عنوان سے ہو
 ہر ورق میں ہے عیاں جلوۂ نیرنگِ بہار
 کیوں نہ دیوانوں کو شورشِ مرے دیوان سے ہو
 چھوڑ دیکھو کہ کہا، دونوں کو ذلت ہو نصیب
 ہر تجھے غیر سے ہو، غیر کو دیوان سے ہو
 کس نے تاراج کیا ملکِ دل و دیں کہے؟
 آج تم شیفۂ کچھ بے سرو سامان سے ہو!

۱۰۹

انہرِ ابِ جرس ہے کیوں دل کو
 کہیں جنبش ہوئی ہے محمل کو
 بوسۂ لب نہ مالکتا دشمن
 منہ لگاتا ہے کون مائل کو
 کل کو ہے اُس کے کان سے تشبیہ
 کیا سنے لالۂ عنادل کو
 غمزدہ تیری چشمِ کافر کا
 سمجھے اعجازِ سحرِ بابل کو
 تجھ سے اے رشکِ خور جو دون تشبیہ
 نہ ہو نقصانِ ماہِ کامل کو
 اب وہ نو خط ہے ملتفت، دیکھا
 نقشِ تسخیرِ خطِ باطل کو

ہائے وہ شیفۃ کی ہے تابی
تھام لینا وہ تیرے محل کو

۱۱۰

اے فلک ہوں کامیابِ عیش کر پرویز کو
خوابِ شیریں بھی نہ ہو فرہادِ شور انگیز کو
سمیِ وصفِ نازیں ہے فکر کے شبدیز کو
شوخیانِ ابرو سے لینی چاہیں مہمیز کو
دیکھ کر چشمِ غضب کو آس کی میں نے رو دیا
چاہیے پانی ملا لینا شرابِ تیز کو
سانپ کے سونگھے ہوئے سے ہے خبر تر ہوں مجھے
سونگھ لینے دو شمعِ زلفِ عنبریز کو
کب ہوئیں گستاخیاں آدابِ دانِ عشق سے
دیجیے تعذیر اپنی تمکینِ ہوس انگیز کو
لالہِ موزوں کی ہے پروا خراسی دیکھنا
کر دیا خلوت نشیں غولغاے رستاخیز کو
کیوں نہ شادی مرگ ہو ناکام مجھ سا دیکھ کر
زخم کے منہ میں زبانِ خنجرِ خوں ریز کو
خطِ آزادی تھا نامہ غیر کا اے جوشِ رشک
بھاڑ ڈالا آپ ہم نے کیسی دستاویز کو
اہلِ محفل کے ہمسندِ طبع یہ انداز ہے
شیفۃ کس کو سناتے شعرِ درد آمیز کو

۱۱۱

کچھ تو شیریں کام کر لٹخی کٹوے داد کو
دے کفن تو عشقِ شیریں ہاں کا فرہاد کو

آہ و زاری نا رہا ، شوقِ اسیری ہے اثر
کون لائے آشیانے تک مرے صیاد کو

تلخ کلمہ عشق ، شیریں بھی ہوئی باہانِ کار
یہ لوہہ شور افزا بھیجے فرہاد کو

کہتے ہیں زیرِ زمیں لیلیٰ و معنوں مل گئے
ہم کو بھی لازم ہے جانا واں مبارک باد کو

اک دم شمشیر سے آزار سب جاتے رہے
ہم مسیحا جانتے ہیں شیفۃ جلاذ کو

۱۱۲

لمے دل جو ہو ، سو ہوئے دے ، گرمِ فغان نہ ہو
یہ جوڑ بار ہے ، سترِ آہاں نہ ہو

دلِ بستگی جو ایسی ہے قاعد سے کیا عجب
گر حلقِ زخم خوردہ سے بھی خونِ روان نہ ہو

مہر و وفا جو ماہ و شون سے بعید ہے
راضی ہیں ہم اسی میں کہ ناسہرباں نہ ہو

کیا کیا بیان کرتے ہیں نادر نکات ہم
لیکن جب الجھن میں کوئی نکتہ داں نہ ہو

صدق و صفا و مہر و وفا واں نہ ڈھونڈنا
جس شہر و دیہہ میں کہ سراے مغان نہ ہو

آتی ہے نعلِ کل میں چمن سے ہوائے گرم
 حجاب نے جلا لیا کہیں آشیان نہ ہو
 کیا ہو دعاے مرگ میں اس شخص کو حجاب
 جو نیم کُشتِ خنجرِ دردِ نہاں نہ ہو
 صوتِ حزیں سے کچھ ہو ، نہ شکلِ جمیل سے
 گر صاحبِ معاملہ آزرده جان نہ ہو
 ایما ہے سب کو چشمِ سخن گو سے شیفتہ
 پھر میرے قتل پر کوئی کیا عم زبان نہ ہو

۱۱۳

ہے بد ہلا کسی کو غمِ جاوداں نہ ہو
 یا ہم نہ ہوں جہاں میں خدا ، یا جہاں نہ ہو
 آئینِ اہلِ عشقِ کہاں ، اور ہم کہاں
 اے آہ شعلہ بار نہ ہو ، خون چکاں نہ ہو
 فعلِ حکیم عینِ صلاح و صواب ہے
 ساقی اگر شراب نہ دے سرگراں نہ ہو
 تدبیر ترکِ دشمنِ جاں کی ہے واتِ دن
 کس طرح پھر مجھے گئے دوستان نہ ہو
 کیا وہ متاعِ جس کی نہ ہو کوئی کھات میں
 ڈرتا ہوں میں جو دزد پسِ کارواں نہ ہو
 جب تک فروغِ مے سے نہ ہو سینہ کُور زار
 ہرگز حریفِ مے کدہ ، اسرارِ داں نہ ہو
 لازم ہے یار بھی تو ہو بیتاب ، ورنہ کیا
 وہ عشق ہے کہ رنج بہاں ہو ، وہاں نہ ہو

ناحق وہ جی جلاتے ہیں سوداے عشق پر
 جن کو یہ سوچ ہے کہ کچھ اس میں زباں نہ ہو
 ہم ہوئے دوست تجھ کو سنکھائیں گے شیفقہ
 محوِ شمعِ طرۂ عنبرِ فشان نہ ہو

۱۱۴

تہمت لگا کر اُن کو کوئی کیا خجل نہ ہو
 وسواس ہم کو جب ہو جو آئینہ دل نہ ہو
 تقویٰ میں ہم شریک ہیں رندی میں ہم شریک
 صحبت سے اپنی کوئی ملول و خجل نہ ہو
 زنجیرِ آدمی رات کو کھٹکائے اور کون ؟
 اے جذبِ اشتیاق وہ پیاں کُسل نہ ہو !
 تنہا ملا ہے یارِ زمانِ دراز میں !
 اے قرطِ جوش و شوق بس اب تو غل نہ ہو
 انردگی کے اپنی جو گرمِ بیاں ہوں ہم
 آتش کبھی جہان میں پھر مشتعل نہ ہو
 دشمن کے افترا سے رہائی محال ہے
 گھر بار کا جو گھر کے سرے متصل نہ ہو
 پھر دل دہی میں گرم ہے دل دار شیفقہ
 ڈرتا ہوں میں کہ پھر کہیں خواہاں دل نہ ہو

اتنے جمیل سے تو کہیں اُس و سُخو نہ ہو
ڈرتا ہوں آفتاب سے اب میں کہہ تو نہ ہو

ہے گل کا رنگ تجھ سے مشابہ نہ دیکھے
بجیے صبا سے بھی کہ کہیں پیری ہو نہ ہو
سب آرزوئیں تجھ سے فلک نے نکال دیں
یہ آرزو ہے اب کہ تری آرزو نہ ہو

جانا کہیں ہو ، جانے تھے باتیں گھر کی راہ
یا اب یہ ڈر ہے راہ میں تو رو برو نہ ہو
یا غیر سے بھی خوش تھے کہ تیرا تو دوست ہے
یا اب خفا ہیں اُس سے جو تیرا عدو نہ ہو

جب تک کہ تم رقیب سے ملنا نہ چھوڑ دو
مل جائے تم سے شفیقہ ایسا کہو نہ ہو

کچھ بیچ و تابِ دل کا جبین پر اثر نہ ہو
اتنا تو حوصلہ ہو اگر لیشِ قدر نہ ہو

سامانِ عیشِ جمع ، مگر ہم کو اجتناب
کیا کیجیے جو حکمِ قضا و قدر نہ ہو
اُن کو وہ لافِ سہر و وفا ہو کہ کیا کہوں
ہم کو گرا ہمارِ تلاشِ خبر نہ ہو

ناصر جو کام ترکِ وفا سے لیا تو کیا
جو بات عیب کی ہے ، وہ مرگز ہنر نہ ہو

ہم وہ نہیں کہ اس کو بھی رکھیں حساب میں
 جس آہ کا کہ چرخِ نہم تک گزر نہ ہو
 کیا تاب ہے کہ تا ہنِ مرگاہ ہو جلوہ گر
 جس قطرۂ سرشک میں لغتِ جگر نہ ہو
 آمدوارِ جلوۂ معنی غلط نہیں !
 جو نکتہ فہم محورِ نقوش وُصُور نہ ہو
 ہر چند مجھ سے بے سبب آزرده ہے مگر
 ڈرتا ہوں میں منانے سے آزرده تر نہ ہو
 ہیں آنے والے شیفنہ کچھ دوست اور بھی
 مطرب کو حکم ہو کہ ابھی نغمہ گر نہ ہو

۱۱۷

جب تک وہ سہر جلوہ بہاں جلوہ گر نہ ہو
 لاکھ آفتاب سے شبِ ہجران سحر نہ ہو
 کیا مانگتے ہو جان ، بہت لوگ دے چکے
 وہ بات ہم سے کہہیے کہ حذرِ بشر نہ ہو
 کس کو کیا پسند نہ کیوں کر کروں پسند !
 مجھ کو نظر نہ ہو جو غرورِ نظر نہ ہو
 یہ شوقِ ہرزہ تاز بہت منفعل کرے
 دربانِ دوست ، دوست ہمارا اگر نہ ہو
 مے خانے میں رہو کہ نہ دیکھو گے عمر بھر
 وہ شام جس میں پرتوِ فیضِ سحر نہ ہو
 آئینِ ناز کیسہ و رسمِ ادا ستم !
 معشوقہ بے ہنر ہے جو بے داد گر نہ ہو

یاروں کو رنج ہو ، یہ گوارا نہیں مجھے
ایسی جگہ سروں کہ کسی کو خبر نہ ہو

آن کا لگاؤ اور بھی کرتا ہے بے قرار
وہاں کچھ نہ ہو تو جوش یہاں اس قدر نہ ہو

وہ نالہ چاہتے ہیں کہ برہم کرے جہاں
لیکن یہ شرط ہے کہ عین کچھ اثر نہ ہو

آؤں میں شیفقہ کی خبر کچھ سنی ہے آج
لیکن خدا کرے یہ خبر معتبر نہ ہو

۱۱۸

نفسِ سرکش کی کسی ڈھب سے رعولت کم ہو
چاہتا ہوں وہ صنم جس میں محبت کم ہو

کیا عجب 'دور ہو آتش سے حرارت لیکن
ہے عجب آن کے اگر دل سے شرارت کم ہو

منع کی حرص پر انسان ہوا ہے مجبول
ناصر ہو ! دوست اگر ہو تو نصیحت کم ہو

جانِ پُر مشغلہ فارغ ہو جو تم کو دیکھے
دلِ بے وسوسہ کو تم سے فراغت کم ہو

شمعِ رویوں سے پڑھا ربط ، پڑھی ظلمتِ دل
ورنہ جتنا کہ سوا نور ہو ظلمت کم ہو

آئینہ عشق کے انسانے جو سن رکھے ہیں
حکمِ عشاق کو ہے یہ کہ محبت کم ہو

ہم نے دیکھا ہے وہ صیقل کدہ ، اللہ اللہ !
کہ جہاں آئینہ دل سے کلورت کم ہو

نغمہ بُر درد ہے ، شورش سے افات معلوم
بادہ بُر زور ہے ، کیا نشے کی شدت کم ہو
شیفۂ کیسے ہی معنی ہوں مگر نامقبول
اگر اسلوبِ عبارت میں ثبات کم ہو

ردیف ہا

۱۱۹

آہ ، صبح ہوئی ، سُرخ چمن لغمہ سرا دیکھ
نورِ صحر و حُسنِ گل و لُطفِ ہوا دیکھ
دو چار فرشتوں پہ بلا آئے گی ناحی
اے غیرتِ ناہید ! نہ ہو نغمہ سرا ، دیکھ !
منت سے مٹاتے ہیں مجھے ، میں نہیں مٹتا
اوضاعِ ملک دیکھ اور اطوارِ گدا دیکھ
گر بوالہوسی یوں تجھے باور نہیں آتی
اک مرتبہ اغیار کے قابو میں تو آ دیکھ
عاشق بھی سہی پر کوئی فرہاد سا ہوگا ؟
کاشانۂ دشمن میں نہ ہو جلوہ نما دیکھ
اتنی نہ بڑھا باکیِ دامن کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ، ذرا بندِ قبا دیکھ
اک دم کے لئے ملتے پہ نہیں ملتے ہیں مجھ سے
اے شیفۂ ! مایوسیِ اُمیدِ فزا دیکھ

ردیف یا

۱۲۰

کہوں میں کیا کہ کیا دردِ نہاں ہے
تمہارے ہوجھنے ہی سے عیاں ہے

شکایت کی بھی اب طاقت کہاں ہے
لگاؤِ حسرت، آؤِ نالواں ہے

لِشانِ ہائے غیرِ اُس آستانِ ہر
نہیں ہے، میرے مراد کا لِشان ہے

اجل نے کی ہے کس دم سہرائی
کہ جب پہلو میں وہ نامہریاں ہے

تجھے بھی مل گیا ہے کوئی تجھ سا
اب آئینے سے وہ صحبت کہاں ہے

یہ کس گلِ رُو کا عالم یاد آہا !
دمِ سرد اک نسیمِ بومستان ہے

ہوئی ہے تباہِ بُلبلِ مؤثر !
کہ گھبراہوا کچھ باغباں ہے

محررِ اُن کو ارادہ ہے سفر کا
قیامت آنے میں شبِ درمیاں ہے

کوئی پیاں لاؤ اُس عیسوی نفس کو
کہ مرقا شیفقہ نام اک جوان ہے

یاد آنے کی جو عطر نشانِ آس کی کُٹو مجھے
لے جانے کی بہشت میں گلشن کی بُو مجھے

اے چرخِ تیرے دور میں انصاف ہے یہی
وصلِ صنمِ عدو کو ہو ، رشکِ عدو مجھے

رحمِ اے هجومِ شوق کہ سنبل سے باغ میں
یاد آنے کا وہ طرۂ قایدہ سُرو مجھے

دشمن کٹے جو شکر کے سجدے سے وقتِ قتل
شاید کہ آبِ تیغ سے ہوگا وضو مجھے

تا صبحِ حشر بخت مرے جاگتے رہیں
اک بار صبح آکے جگائے جو کُٹو مجھے

تشبیہ تیری زلف سے دی ہو نہ طیر نے
سنبل سے عطرِ لنتہ کی آتی ہے بُو مجھے

تابِ وصالِ آس سمن الدام کو کہاں
ہیں بس نہ چھوڑ اے خلشِ آرزو مجھے

جاٹا ہوں کوئے غیر میں صحرا کے بدلے میں
دیوانگی میں ابھی ہے تری جستجو مجھے

وہ مانعِ تہش ہے تمہیں شوقِ اضطراب
بھاتی نہیں ہے شبِ فتنہ ایسی ابھی سُرو مجھے

۱۲۲

اکھے رشک آن کو یاد آنے لکھے !
ہم جو غیروں کے گھر میں جانے لکھے

کچھ بناوٹ سے تو نہیں یہ غش
تم مجھے عطر کیوں منگوانے لکھے
میرے داغوں کا ذکر کرتے ہیں
ہارے غیروں کو بھی جلانے لکھے !

تلخ کاسی کی گھر کہیں لذت
چرخ غالب کہ زہر کھانے لکھے
میرے رونے میں تو نہیں تاثیر
غیر بھر اشک کیوں بہانے لکھے

غیر سے کب ہوا ہے ترکِ کلام
ہائیں تم ہم سے بھی بتانے لکھے
ہم جو تحریکِ ناتوانی سے
قصہ ہائے ستم منانے لکھے

ہنس کے کہنے لکھے کہ ہاں سچ ہے
تم مرے ناز کیوں اٹھانے لکھے
وہ غزل ہم نے شیفٹہ لکھی
جس کو زہرہ بھی سن کے گلے لکھے

۱۲۳

اور آفت بڑھ گئی اب اس ستم ایجاد سے
اک نئی لذت جو ہائی دل نے ہر بیداد سے

غیر کو اندوہِ فرقت اب مبارک ہو کہ ہاں
دھیان جاتا ہی نہیں اس کا دلِ ناشاد سے

عشق میں یہ مرحلہ بھی پیش آتا ہے ضرور
 کس کو آمیدِ اثر ہے نالہ و فریاد سے
 مجھ سے کیا کیا شاد ہوگی روحِ قیس و کوہِ کن
 بھر نظر آتے ہیں کوہ و دشت کچھ آباد سے
 ہیں وہ قابو میں عدو کے ، بس جی تدبیر ہے
 جائیں آس کے پاس لالانِ یار کی بیداد سے
 رشکِ آزادی یہ ہے ایسے اسپروں کی مجھے
 چھٹ کٹے جو جان دے کر پنچہ صیاد سے
 ثوب مرنے کی جگہ ہے غسلِ صحت ہجر میں
 روئے دیتا ہوں احباً کی مبارک باد سے
 وہ قتلِ نیشہ ہے ، میں کشتہ ابروئے یار
 بارے جا مجھ کو نسبت دیتے ہیں فریاد سے
 چھیڑنے کیوں ہو مجھے ، جانے دوان باتوں کو بس
 تم پہلا جانے رہو گے شیفتہ کی یاد سے ؟

۱۲۲

بھر عطرِ کِسمِ شمعاری ہے
 بھر آنہیں جستجو ہاری ہے
 بھر وہی داغ و دل سے صحبتِ گرم
 بھر وہی چشم و شعلہ باری ہے
 بھر وہی جوش و نالہ و فریاد
 بھر وہی شورِ آہ و زاری ہے
 بھر خیالِ نگاہِ کافر ہے
 بھر تمنائے زخمِ کاری ہے

بہر وہاں طرزِ دل نوازی ہے
بہر یہاں رسمِ جان لٹاری ہے

بہر وہی بے قرارِیِ تسکین
وہی تسکینِ بے قرارِی ہے

بہر جفا وان ، وفا ہوئی بہرِ یان
نا اسیدی ، اسیدواری ہے

جس کے جور و ستم بھی یاد نہ تھے
بہر ہمیں اُس کی یادگاری ہے

بہر ہمیں کام کچھ نہیں تم سے
بہر وہی وضع کر تمہاری ہے

شیفتہ بہر ہے ننگِ عزت سے
بہر وہی ہم ہیں اور خواری ہے

۱۲۵

وہاں پہنچنے کی منتِ دمِ صبا پر ہے
کہ شوق سے مرے خط کے لیے ہوا ، پر ہے

عدو کو آگے مرے مسکرا کے ذبیح نہ کر
کہ میری مرگ بھی موقوف اسی ادا پر ہے

مرض ہو جس کے سبب سے غضب ہے وہ یہ کہے
جیسے جیسے ، نہ جیسے ، زور کیا قضا پر ہے

رقیب کہتے ہیں اس جور پر نباہتے ہو
قیامت آئی کہ تشنec اب وفا پر ہے

خفا ہوئے ہیں عدو اپنی ہی بری خو سے
تجھے گانِ بد لے بد گمان حیا پر ہے

خیال تھے اثرِ جذبِ دل سے کیا کیا آج
 ہزار خونِ ہوس گردنِ حنا پر ہے
 رقیب سے ہے جفاے حبیب کا شکوہ
 تو آپ شیفتہ ، اے شیفتہ جفا پر ہے

فصلِ گل ہے مے کدے کا ساز و سامان چاہیے
 توبہ زولیدہ زیبِ طاقِ نسیان چاہیے
 محوِ لیلیٰ ہے یہ مجنوں چارہ سازوں سے کہو
 اس کے رہنے کے لیے یوسف کا زندان چاہیے
 کشِ مکش اس جیب سے دست جنوں بے فائدہ
 غیر کا زور آزمائی کو گریبان چاہیے
 نرگستان چاہیے ، نے چاہیے سنبھل کدہ
 چشمِ فشان چاہیے ، زلفِ پریشان چاہیے
 جاے سبزہ سبزہ خط ، قدِ یوزوں جاے سرو
 یہ گلستان ہو تو ہاں سیرِ گلستان چاہیے
 شاہدانِ دل رہا اتنے نہیں دشوار جو
 صرف ان کو مال و جان ، ناموس و ایمان چاہیے
 ہر غزل اپنی بیاضِ چشمِ آہو پر لکھو
 جیسے دیوانے ہیں ہم ، ویسا ہی دیوان چاہیے
 نغمہ ہائے گل فشان کو سمجھیں کیا زاغ و زغن
 داد دینے کو مری ، مرغِ خوش الحان چاہیے

گردِ کلفت، خاکِ صحرا، دشتِ غم، نوکِ غار
تیرے وحشی کے لیے ایسا بہاؤ چاہیے

جان دی ہے میں نے دردِ ہجر گلِ رخسار میں
نمش کے ہمراہ بلبلِ مرثیہ خواں چاہیے

اکثر ایسے وقت کم آتے ہیں اربابِ خلل !
مے کشی کا شغل وقتِ اہر و باران چاہیے

جس روش میں کی خرامش خواہ نیک و خواہ بد
اس میں جند و جہد تا سرحدِ اسکاں چاہیے

گر سلوکِ راہِ حق پیشہ ہے اے روحِ فداک
جندِ ۱ بے اندازہ و سعیِ فراوان چاہیے

پایہ کم پر شریکوں سے قناعت تنگ ہے
بازیدی زہد ہو، شبلی کا عرفاں چاہیے

جسم سے ہو معنی (روحِ مجرد آشکار
لفظ سے ہو صورتِ معنی نمایاں چاہیے

اور اگر شیوہ معاذ اللہ رندی کا ہوا
کام ناقص ہے مگر کتب اس میں نقصان چاہیے

نفسہ نے کا گزر ہو پردہ گاہِ زہرہ لک
موجہ سے کا اثر تا بامِ کیوان چاہیے

آبرو روئے سے ہے پر فخرِ یکتائی نہیں
شیفتہ مژگانِ تر خونِ نابہ افسان چاہیے

۱۔ نسخہ نظامی پریس (ص ۸۹) میں ”جنب“ اور طبع اول میں
”جند“ ہے۔

کیوں کر مجھے خط رقم کریں گے
 کیا غیر کا سر قلم کریں گے
 ہم پیشہ ہے اضطراب و شوخی
 کس واسطے مجھ سے دم کریں گے
 اتنی بھی بری ہے بے قراری
 اب آپ سے آس کم کریں گے
 جوشِ وحشت میں اے بری رو
 بس تیرا ہی نام دم کریں گے
 نوبت ہے تو سب امور میں ہو
 اب غیر پہ وہ ستم کریں گے
 مرنے کا مرے نہ ذکر کرنا
 قاصد وہ بہت الم کریں گے
 آرام کی فکر اب ہوں ہے
 تم سے نہ ہوا وہ ہم کریں گے
 دلی میں تو شیفتہ ہے استاد
 ہم قصد سوئے عجم کریں گے

دن سے یہاں آنے کی تدبیر ہے
 کیا اثرِ نالہ شبگیر ہے
 چو کہ ہوا محوِ تجلیِ ذات
 خاکِ در آس شخص کی اکسیر ہے

واہ ترا جلوۂ حیرت ادا
آئندہ عشاق کی تصویر ہے

وجہ توقف، اجلِ جان فزا
قتل میں اغیار کے تاغیر ہے
چھوڑ دے وہ تو بھی میں کیوں کر چھٹوں
کش مکشِ زلفِ گرہ گیر ہے

کھیل ہے کچھ یہ کہ دکھا دوں تمہیں
فرض کیا آہ میں تاثیر ہے
غیر پہ پڑتے ہیں خدنگِ نکاح
سینے میں میرے خلشِ تیر ہے

خط کے نہ لکھنے کا لکھوں کیا گلہ
خامہ سد کر دمِ تحریر ہے
کیا کہوں احباب کی آہن دلی
ہاؤں میں فولاد کی زنجیر ہے

غیر بھی کیوں تم سے نباہیں گے گر
جرمِ وفا قابلِ قہر ہے
نغمہ سرا کون سا یاد آگیا
لالے میں آوازِ ہم و زہر ہے

ہم سے وہ لاحق جو خفا ہو گئے
شبیقتہ کچھ اپنی ہی تصویر ہے

کہا کہ تنگ ہوں اتنی بھی بدگمانی سے
 کہا جو ٹرے مجھے ایسی سہراہی سے
 یہی ہے شکر کہ دل کی نظر تو روشن ہے
 نظر تو خیرہ ہوئی برقِ کن ترائی سے
 ہزار باتیں بناؤ ، ملے ہو غیر سے تم
 نشانِ ہم کو ملا گم ہوئی لسانی سے
 محبت اس خفگی سے عیاں ہے اے گلِ رو
 کہ رنگِ لطف ٹپکتا ہے بدگمانی سے
 میں سادگی سے بیاں کر رہا ہوں وصفِ دہن
 وہ ہونٹ کالتے ہیں اپنی لکتہ دانی سے
 سوائے پیرِ مغان اور ظفرِ کس کا ہے
 کہ چہرہ در ہو گدا جامِ دوستگانی سے
 ثنا طلب ہے عجب کاری دل بے تاب
 کہ دل گرفتہ ہے دلدار دل ستانی سے
 کسی کی لرگہ رے گون نے کھودے ہیں ہوش
 یہ بے خودی نہیں صہبائے اوغوانی سے
 بھڑک گئی نم شہن سے اور آتشِ گل
 یہ کیسی آگ ہے دہنی ہوئی جو ہانی سے
 یہ ہے نصیحتِ پیرانِ کارِ افتادہ !
 کہ بد بلا ہے جوانی ، ٹرو جوانی سے
 وہاں تو شیفتہ مطلوب ہے خوش افغانی
 نہ لکتہ دانی سے کچھ ہو نہ خوش بیانی سے

۱۳۰

شب ہم نے لیے خواب میں زنجیر کے بو سے
 دیں گے وہ مکر زلفِ گرہ گیر کے بو سے
 اللہ رہے کافر کی نراکت کہ آزا رنگ
 ہم نے جو لیے رات کو تصویر کے بو سے
 اس جرم سے قاتل نے لہو اس کو چٹایا
 ہسل نے لیے تھے لبِ شمشیر کے بو سے
 منہ لقی مری جانب وہ چلے آئے ہیں گویا
 نالہ نے لیے شبِ رخِ تابیر کے بو سے
 وہ چومتے ہیں ہاتھِ ادھر اور ادھر میں
 سو فار کے لینا ہوں جگر چیر کے بو سے
 دل فیشترِ رشک سے ہوتا ہے مشبک
 زنجیر نہ لیے آسِ علفِ تیر کے بو سے
 نامے کو مرے بار نے آنکھوں سے لگایا
 مل جائے تو لوں نامہِ تقدیر کے بو سے
 کرتا ہوں جو تعریف میں آسِ تنکِ دھن کی
 لینے ہیں مرے لبِ مری تقریر کے بو سے
 یوں خاک نہ کرتا اگر آسِ لب کے ، نہ لینے
 ہم شیفتہ آگے فلک پیر کے ، بو سے

۱۳۱

دشمن ہمارا کسوں نہیں تیرے واسطے
 دیتے ہیں زہر چارہ گزین تیرے واسطے
 انصاف کر کہ چرخ کو کیا مجھ سے کام تھا
 ساری اذیتیں مجھے دیں تیرے واسطے

انفانِ دلِ خراش سے تو ہے جو بے قرار
 اپنے سے آپ ہم کو ہے کہیں تیرے واسطے
 تو کیا ، ہم آپ کہتے ہیں ہم نے برا کیا
 سب کی برائیاں جو سہیں تیرے واسطے
 جس لب کے غیر ہوئے ہیں اس لب سے شیفۂ
 کم بخت کالیاں بھی نہیں تیرے واسطے

۱۳۲

عشقِ ذلت ہے تو ذلت ہی سہی
 میری ذلت تری عزت ہی سہی
 میرے آزار کی نہت ہی سہی
 تم کو آفت ہے تو آفت ہی سہی
 نہ لکھو نامہ ، نہ بھیجو پیغام
 عشق کی آپ سے نسبت ہی سہی
 ہم کو بھی شوق ہے نظارے کا
 دیکھنے کی تری عادت ہی سہی
 خاک ہونے پہ میرے دھیان تو ہے
 نہ سہی لطف ، کدورت ہی سہی
 دیکھنا غیر کا موقوف تو ہے
 قتل کی میرے لداہت ہی سہی
 ہم نے بھی طرزِ صبا سیکھی ہے
 تیرے لگ چلنے کی خصلت ہی سہی
 سب لسانے کا نہیں ہے جو دماغ
 ایک چھوٹی سی حکایت ہی سہی

ناشکیبی کی دعا مانگیں گے
 صبر کی ہم کو ضرورت ہی سہی
 ہجر تو جائے جو ہو جائے وصال
 وصل ممکن نہیں ، فرقت ہی سہی
 ازدحامِ غم و رشک و حرماں
 پھر بھی فرصت ہے تو فرصت ہی سہی
 بختِ نالماز کا ہوں شکوہ سرا
 اُن کی پردے میں شکایت ہی سہی
 کیجئے اغیار سے ملنا موقوف
 مجھ کو آفت نہیں ، عبرت ہی سہی
 وصل اغیار سے بے وجہ نہیں
 میرے سر جانے کی عبرت ہی سہی
 دعویٰ آفت و بے تابی حیف
 گر اذیت ہے ، اذیت ہی سہی
 میری خاطر سے جلو شیفٹہ واں
 خیر اُن سے تمہیں نفرت ہی سہی

مجھ تازہ گرفتار نے فریادِ زس کی
 جان اڑ گئی بس کہنہ اسیرانِ نفس کی
 پھر شکلِ نظر آئی مجھے دام و نفس کی
 پھر دل نے مرے طرہ خوشخیم کی ہوس کی

ہے رحم تو آس بے خود و بے تاب پہ لیلیٰ
جو اپنے ہی نالے کو کہے ہانگ جس کی

نیرنگ ہے کیا سبزہ خط شمعِ رخوں کے
یعنی ہے منافات ہم شعلہ و خس کی

غیروں سے آسے بات نہ کرنے دوں میں لیکن
یہ بات نہیں اے مرے ہمدرد مرے بس کی

خود چاک کروں جامہ اعداء کہ نہیں چاک
جی میں ہے کہ لوں دھنچیاں از بابِ ہوس کی

اے شیفۃ اس فن میں ہوں اک پیرِ طریقت
گو عمر ہے میری ابھی اکیس برس کی

۱۳۲

دستِ عدو سے شب جو وہ ساغر لیا کہیے
کن حسرتوں سے خون ہم اپنا لیا کہیے

شکرِ ستم نے اور بھی مایوس کر دیا
اس بات کا وہ غیر سے شکوہ کیا کہیے

کب دل کے چاک کرنے کی فرصت ہمیں ملی
نامح ہمیشہ چاکِ گریزاں سیما کہیے

تشبیہ دینے ہیں لبِ جان بخشر ہمارے
ہم مرتے مرتے نامِ مسیحا لیا کہیے

ذکرِ وصالِ غیر و شبِ ماہ و بادہ سے
ابے لیے گئے ہمیں طعنے دیا کہیے

تھی لحظہ لحظہ ہجر میں اک سرگِ نو نصیب
ہر دم خیالِ لب سے توئے ہم چیا کیے

طرز سخن کہے ، وہ مسلم ہے شیفتہ
دعویٰ زبان سے نہ کیے میں نے یا کیے

۱۳۵

آس کا دل گر سرے جلنے سے پکھل جاتا ہے
ہل ابھی شمع کے رشتے کا نکل جاتا ہے

رشتک سے رنگ میں تغیر جو پائی تو کہا
تجھ سے ڈرتا ہوں کہ تو دم میں بدل جاتا ہے

بھیج کر کس کو ہلاؤں شبِ غم میں کہ کوئی
لاکھ خاطر ہو پہ کب سوئے اجل جاتا ہے

صدقے امن خوش حرکتی کے سحر چھوڑنے کو
شب کو سوئے میں مجھے عطر وہ مل جاتا ہے

میں تو وہ گرم روِ راہِ طلب ہوں کہ اگر
واں ہلائے تو لبِ بام ابھی پھل جاتا ہے

ہجر میں وصل و اجل کا کوئی جاتا ہے خیال
چارہ گر جان ہی لے کر پہ خلل جاتا ہے

ہنستے ہنستے جو رکاوٹ تری یاد آتی ہے
شک کرتے ہوئے آنکھوں سے سنبھل جاتا ہے

شیفتہ بس کہ ہوں میں سرو قدوں کا کُشتہ
نفل جو گور پہ آگتا ہے سو جل جاتا ہے

گلے پر میرے، نے دشمن کے، وہ شمشیر بھرتی ہے
 نہ ہاں تقدیر چلتی ہے نہ واں تقدیر بھرتی ہے

ترے خو کردہ ہجران نے تجھ کو دیکھ کر جانا
 کہ میری آنکھ کے آگے تری تصویر بھرتی ہے
 نہ کرنا طیر کے گھر کا ارادہ تم کہ مدت سے
 تجسس میں فغانِ شوق کی تاثیر بھرتی ہے
 نہیں خنجرِ تیری سیدگہ میں لے شکار انگن
 مشکل آزر سے خاطرِ خنجر بھرتی ہے
 ترے گھر سے مرے گھر کا ہے آن کو قصداً دشمن
 تری تقدیر بھرتی ہے مری تقدیر بھرتی ہے
 گھٹا چھائی ہے، لالہ کھل رہا ہے، صبح ہے، مرے
 عنانِ عزم کیوں گلشن سے بے تاخیر بھرتی ہے
 نکلو دل رباے یار طبع بوالہوس دیکھی
 کہ آپ ہی آپ بے تقریب و بے تقصیر بھرتی ہے

لرالی سب سے ہے اپنی روش اے شیفقہ لیکن
 کبھی دل میں عواے شیوہ ہاے میر بھرتی ہے

ادھر مائل کہاں وہ مد جیسی ہے
 فلک کو بھبھے کیوں پرغاش دکیں ہے

نہ دیکھا اپنے ہسل کا عماش
 قریب آ کر وہ کتنا دور ہیں ہے

یہ اچھا ہے ، تو اچھا غیر کو بھی
 سناؤ اور پوچھو کیوں غصے ہے
 ہمیں صورت دکھائے کیا تمنا
 کہ عاشق جس کے ہیں پردہ نشیں ہے
 یہ مجھ سے شکوہ ہے اللہ رے شوخی
 کہ میرے غم سے تو اندوہ گئی ہے
 یہ کیسا تفرقہ ہجران نے ڈالا
 کہیں کیا، ہم کہیں ہیں دل کہیں ہے
 لہ پوچھو شیفتہ کا حال صاحب
 یہ حالت ہے کہ اپنے میں نہیں ہے

۱۳۸

لطف اوروں پہ رہے ہم کو ستم بھی بس ہے
 نہ سہی وہ بھی ہمیشہ ، کوئی دم بھی بس ہے
 بزمِ دنیا میں ہے دوشخص کو کب عیش نصیب
 سو تجھی کو رہے ، مجھ کو تو یہ علم بھی بس ہے
 دستِ رس ہوسہ پا کی جو نہیں ہے ، نہ سہی
 اپنے سجدے کے لیے نقشِ قدم بھی بس ہے
 سجدۂ دوست ہوا عشق کا حصہ ، یعنی
 اور لوگوں کے لیے دیر و حرم بھی بس ہے
 غیر پر چاہیے اے چرخ تجھے کرنا جور
 مجھ سے ناکام کو تو بختِ دژم بھی بس ہے
 دولتِ وصل سے کیا کام ہوس ناکوں کو
 نازِ خسرو کے لیے خیل و حشم بھی بس ہے

کی نمائے کرم میں نے تو فرماتے ہیں
شیفہ تیرے لیے جو دستم بھی اس ہے

۱۳۹

سجدے کی کسی در پہ نمنا نہیں رکھتے
گردن پہ سرِ ناصیہ فرسا نہیں رکھتے

اس کوچے میں اے نکمہ گل جلوہ عبث ہے
ہم کچھ ہوسِ سیر و تماشا نہیں رکھتے

ہر چند کہ ہے آپ سے ملنے کی تمنا
پر آپ سے ملنے کی تمنا نہیں رکھتے

دشوار نہیں رفعِ حجاب آپ سے لیکن
مطبوع ہم اندازِ زلیخا نہیں رکھتے

یوں چارہ گری غیر کی ہوتی ہے کہ گویا
ہم جانِ حزن و دلِ شیدا نہیں رکھتے

مطلب سے و معشوق سے ناصح کو نہیں ، اور
ہم دیدہ ایسا ، دلِ دانا نہیں رکھتے

کس لطف سے وہ لطف سے فارغ ہیں کہ عشاق
تابِ نگہِ حوصلہ فرسا نہیں رکھتے

دشمن سے ملاقات کی ٹھہری ہے کہ بے وجہ
وہ سر پہ پرندِ گہر آسا نہیں رکھتے

اے شیفہ ہم جب سے کہ آئے ہیں حرم سے
شوقِ صنم و خواہشِ صہبا نہیں رکھتے

خندہ زن ہیں دوست میرے دیدہ بُرا بے
بختِ دشمن کو جگائیں میرے نالے خواب سے

وصل کی شب میں لٹی باتوں سے ہم واقف ہوئے
شعلہٴ خس ہے نہایت دیرِ بہا بہتاب سے

میں لہو روتا ہوں ناحق اُن کا دامن دیکھ کر
اُن کا دامن بھر گیا ہے میرے ہی خواب سے

میں وہ میکش ہوں اگر بے خود بھی ہو جاؤں کبھی
ہوش آتا ہے مجھے بوسے شرابِ ناب سے

گرم خو دیکھا تو کر دیتے ہیں سب کو بے قرار
دل کو راحت ہو گئی بیتابیِ سیاب سے

جس کو سمجھا آشنا نکلا غرض کا آشنا
دل ہے افسردہ نہایت گرمیِ احباب سے

خند تو دیکھو تشنہ کامِ شوق مجھ کو جان کر
قتل کرتا ہے ستم گر خنجرِ بے آب سے

فرشِ حُمل پر تھے وہ ہم خوابِ دشمن خواب میں
رونگٹے میرے کھڑے ہوتے ہیں نامِ خواب سے

کس کی زلفِ خم بہ خم بھر لے گئی تاب و قرار
شیفتہ بھر کچھ نظر آئے ہو تم بیتاب سے

رقیبِ ہوا لہوس کا منہ ہے لطفِ جور کو دیکھے
 وہ اپنی وضع کو دیکھے ہمارے طور کو دیکھے
 ہری وشن بھی ہیں شیدائی کے شیدا ناصحو دیکھو
 بھلا کب دیکھ سکتے ہیں کہ عاشق اور کو دیکھے
 نظر سے فتنے کی ، گردش سے گردوں کی بجا وہ ہے
 جو چشمِ مست کو ساق کی ، مے کے دور کو دیکھے
 صفائیِ غیر سے کیجے مکدر میں نہیں تم سے
 کوئی کیا خاکِ خوش ہو جب کسی بد طور کو دیکھے
 ستم سے شیفتہ اب اس طرح ماہوس کرنے ہیں
 وہ اپنی تاب کو دیکھے ہمارے جور کو دیکھے

بہر نصیحت کی کس کو تاب رہے
 جو ہیں دل کو اضطراب رہے
 جب خطائے نہ کردہ ثابت ہو
 ثقل کیا بر سرِ صواب رہے
 بوسے گل کام کر چکی اپنا
 دخترِ روزِ نہِ لقا رہے
 مل گیا دوست منتخب بہر کیوں
 شعر کا شوقِ انتخاب رہے
 واہ رلدی و مے کشی کہ جہاں
 عمر بہرِ عالمِ شباب رہے

جب ہڑی لذتِ ہم آغوش
پھر بغل میں کہاں کتاب رہے

تا نہ لعلِ ہو انجمنِ ساق
دور میں ماغرِ حباب رہے

بزمِ دشمن کا عزم تھا موقوف
تھوڑی دیر اور گھرِ سحاب رہے

مے بڑھاپے میں خوفِ بد مستی
کہ جوانی میں کم خراب رہے

شیفتہ کوئی حال وارد ہو
پھر معارف سے اجتناب رہے

۱۴۳

منہ بنائے ہوئے اُس کو سے گزر کرتا ہے
اب تو لو غیر بھی دل میں مرے گھر کرتا ہے

ذبح اُس کو بھی مؤذن ہی مگر کرتا ہے
کہوں شبِ وصل میں گلِ مرغِ سحر کرتا ہے

یاد میں اُس دُرِ دندان کی مَوا جاتا ہوں
کارِ الہام مرے حق میں گُہر کرتا ہے

اس کے ناوک کی توجہ پہ مری جان لٹار
ہاتھ سے چھوٹنے ہی قصدِ جگر کرتا ہے

گرنہیں یہ کہ برتا ہے وہ ظاہرِ دلوی
کیوں نکامِ غلط اندازِ ادھر کرتا ہے

دلِ مضطر کی رھائی میں نظر رکھتا ہے
جو ترے طرہِ خوش خم پہ نظر کرتا ہے

جلوہ معنی نظر آنے لگا
 بہتے بہتے سے یہ صورت ہو گئی
 آن کی باتیں اس نے بھی چھپ کر سنیں
 آج ناصح کو نصیحت ہو گئی
 منع وصلِ غیر پر ہنس کر کہا
 ہارے اب تم کو بھی غیرت ہو گئی
 بوے گل اس گل کی بو کے دیو
 فی الحقیقت ہے حقیقت ہو گئی
 بس نہ فرمانے بھرو یہ شیفہ
 گو انہیں تم سے محبت ہو گئی

۱۴۵

وہ جو آٹھے جان رخصت ہو گئی
 شیفہ یہ کیا قیامت ہو گئی
 بوے ہار اس بزم میں آئی مجھے
 جب مجھے ساقی سے آفت ہو گئی
 جلوہ بے ڈھب مانعِ نظارہ ہے
 وصل میں تاثیرِ فرقت ہو گئی
 لغتہ و مے سے مجھے کیا کام تھا
 آن کی صحبت میں یہ آفت ہو گئی
 بے سخن نسبت مع اللہ ہے آئے
 قوم سے جس کو کہ نسبت ہو گئی
 اب رقیبِ ہواالموس ہیں عشق باز
 دل لگانے سے بھی نفرت ہو گئی

قطعہ

سچ کہوں گا گوہیں دونوں آشنا
بے شک آن سے سہو و غفلت ہو گئی

عشق سے کیا کیا خرابی پڑ گئی
عقل سے کیا کیا حماقت ہو گئی

شیفتہ اکہ رند مشرب شخص ہے
کس سے لوگوں کو عقیدت ہو گئی !

۱۴۶

ملنے کا سرے اور تیرے چرچا نہ کریں گے
گر دوست ہیں اخیار ، تو رسوا نہ کریں گے

بے عذر وہ کر لیتے ہیں وعدہ یہ سمجھ کر
یہ اہلِ سروت ہیں تقاضا نہ کریں گے

کب اہلِ خرابات کوئی راز کہیں گے
جب تک کہ نہ ہم سے ہمیں بیگانہ کریں گے

پہنچا ہوں میں مرنے کے قریب آتے ہیں دیکھو
وہ دور ہیں اب پاسِ عدو کا نہ کریں گے

جانے ہو اگر غیر کے گھر ضد سے ہاڑی
ہم آپ کے آنے کی تمنا نہ کریں گے

مسجد میں بھی آتا ہے خیالِ خمر ابرو
ہم راست بیانی میں محابا نہ کریں گے

وہ مجھ سے نہ بولیں کبھی ، یہ بات نہ ہوگی
وہ غیر سے باتیں کریں ، ایسا نہ کریں گے

اے -ور لقا کیوں نہ تمناے چنان ہو
کیا واں ترے ملنے کا ارادہ نہ کریں گے

ہم آپ پہ غش ہیں تو غش آیا ، یہ سخن کیا
تم آپ سے جاتے ہو ، ہم آیا نہ کریں گے
ہرگز بھی نہیں خاطر جانان میں ٹھکانا
اے شیفقہ ہم دعویٰ بے جا نہ کریں گے

۱۴۷

کیوں نہ مجھ کو مرضِ یاس کی شدت ہو جائے
ملک الموت بھی جب بہر عیادت ہو جائے
گریبہ غیر سے وہ بہر عیادت ہو جائے
اشک شادی ہی یہ کاش اشکِ ندامت ہو جائے
اپنے ہی عشق کی نسبت سے ہوا شادی مرگ
کیا کروں اُس کو بھی گر مجھ سے محبت ہو جائے
اور گر کچھ نہ ہو دامنِ اجل تو کہینچوں
کاش اتنی ہی مجھے ہجر میں طاعت ہو جائے
ہم جاں وہ ہوں ، وہاں قتل کا آئے جو خیال
تو یہاں اُس سے کہیں پہلے فراغت ہو جائے
سانس بھی کل تو نہ تھی آج نکلتی ہے آہ
مجھ کو ٹرے کہیں پھر مجھ کو نہ سہلت ہو جائے
ناصرِ صحرِ منوع کرو جب تو یقینی مانوں
تم کو بھی گر کسی بے درد سے آفت ہو جائے
ہا کے مشرف مجھے مرنے پہ بڑے وعدے ہیں
ہے بڑا لطف اگر اب مجھے صحت ہو جائے

شیفتہ ایسی کڑا اہلِ کدورت کی خاک
دیکھ کر شیشہ ساعت کو بھی عبرت ہو جائے

مے ستم وائف ہو میرے حال کی تغیر سے
ہوالہوس کہتے ہو بھر اک آہ بے تاثیر سے

عشق میں اک حید انگن کے مے یہ جوشِ جنوں
فسدِ میری کھولنا جراحِ نوکِ تیر سے

چاہیے الحیار کو بھی اپنے منہ پر کچھ ملیں !
چاہ ثابت ہوتی مے واں رنگ کی تغیر سے

مر رہا ہوں دردِ فرقت میں ، نہیں دیتا کوئی
سیج اگر پوچھو تو سم بھی کم نہیں اکسیر سے

ہاتھ میں دیکھا جو تیرے ، قبضِ جان ہونے لگی
دستِ دشمن کم نہیں کچھ قبضہ شمشیر سے

عشق کا سودا نہیں جانا مے بعد از مرگ بھی
دیکھ لو وحشت مے ظاہر قیس کی تصویر سے

کیا غضب ہیں وہ بھی ، پڑھوایا عدو سے خط مرا
تھی جو آگاہی شکایت کی انہیں تحریر سے

وصل میں روتے تو شاید کچھ اثر ہوتا آئے
کیا شبِ غم میں حصولِ اس آہ بے تاثیر سے

ننگِ مہمانِ دشمن بھی کیا ہم نے قبول
شیفتہ لیکن نہ آئے وہ کسی تدبیر سے

کیا ذکر اس کے آگے سری آہ کا چلے
جس مگل کی شمع بزم سے بچ کر صبا چلے

یوں بعد ذبح چھوڑ تڑپتا ہوا چلے
قربان ایسے آنے کے ، کیا آنے کیا چلے

ناصر تری زبان ترے بس میں جب نہ ہو
انصاف کر کہ دل پہ مرا زور کیا چلے

محرور ہوں رقیب بھی جلوے سے یار کے
بچہ جائے شمع بزم میں ، ایسی ہوا چلے

اللہ کیا غرور ہے تم کو کہ بزم سے
ہم کتنی جلد اٹھے ، یہ اتنا کہا ، چلے ؟

یہ شوق وصل ہے کہ اگر پاؤں ٹوٹ جائیں
آن کی گلی کی سمت مرا نقشہ پا چلے

مانا کہ جلد آؤ گے پر اس کا کیا علاج
چلو سے اٹھتے ہی جو مرا جی بٹھا چلے

کیوں روکتا ہے ، اس میں ضرر کیا ہے ساریاں
دیوانہ ایک گر پسر حمل لگا چلے

افسوس اس نے کچھ نہ کہا سن کے حال دل
ہم قصہ خسواں کی طرح فسانہ سنا چلے

دیکھا جو نزع میں مجھے کچھ رحم آ گیا
گو زہر دینے آئے تھے شربت ہلا چلے

وعدہ عدو کا آپ کی تکرار سے کھلا
میں نے یوں ہی کہا تھا کہ کیا آنے کیا چلے

یہ غم اگر نہیں کہ نہ آیا وہ بے وفا
 روئے مرے جنازے پہ کیوں اقربا چلے
 وہ کل کہیں جو جائے تو کیوں کر ملے سراغِ
 مائندِ گرد جس کی جلو میں صبا چلے
 گرمی کے عذر سے انہیں جانے کا قصد ہے
 اے اوِ سردِ رحم کہ ٹھنڈی ہوا چلے
 کیسا ہی غم رسیدہ ہو یاں آ کے شاد ہو
 اک ہم نکھارے پاس خوش آنے خفا چلے
 تہی کب سے مرگ و حسرتِ دیدار میں لڑاع
 وہ آ کے ایک لمحے میں جھکڑا مٹا چلے
 جلدی ہے کیا ٹھکانا بھی پیدا کریں کہیں
 آخر تری گلی سے تو اے بے وفا چلے
 کیا پیش آئے دیکھیے واں جا کے دوستو
 کہہ دو کہ پیچھے پیچھے مرے رونا چلے
 اے جان لب پہ آ کے ٹھہرنے سے فائدہ
 رہنا ہوا تو وہ گئے چلنا ہوا چلے
 کس کس سے اس میں بگڑے گی کچھ پہ بھی دھیان تھا
 باتیں تو آپ شیفہ آن سے بنا چلے

۱۵۰

ظالم کبھی تو دادِ دل و چشم تو ملے
 سینے سے سینہ اور نظر سے نظر ملے
 بے صرفہ ہے مشقتِ تصریر صرفِ زور
 دستے ہی میں ہمیشہ ہمیں نامہ ہر ملے

ہے دشمنوں سے اُن کو ملاقات ابر و کشت
 ملتے ہیں ہم سے جیسے کہ خس سے شرر ملے
 کیا پوچھتے ہو لطف کروں تجھ پہ کس قدر
 اذنِ غرور و ناز تمہیں جس قدر ملے
 ہم خوب جانتے ہیں تمہارے ہکاؤ کو
 غیروں سے لڑ کے ہم سے بھی تم یش تر ملے
 نیرنگ عشق دیکھ کہ منظور ہے انہیں
 گل گوئہ میں چکیدہ مژگانِ تر ملے
 محفل طرازیوں کے مزے سب دکھاؤں گا
 وہ اتفاق سے کہیں تنہا اگر ملے
 اب ہے انہیں تلاشِ ہاری تو فائدہ ؟
 وہ وقت ہی کیا کہ ہارا اثر ملے
 کھائے تلاشِ کوچہ جاں میں سو فریب
 سبز جہاں ملا ، میں یہ سمجھا خضر ملے
 ظالم تبسمِ بھکیں میں لہ کر دریغ
 آخر ذرا تو لذتِ زخمِ جگر ملے
 وہ شیفہ کہ دھوم ہے حضرت کے زہد کی
 میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے

۱۵۱

ابر دربوڑہ گر آب ہے اکثر ہم سے
 برق بھی مانگ کے لیے جاتی ہے اٹگر ہم سے
 صلح کُل اپنی تو دانست میں بے معنی ہے
 وہ ہوئے صاف تو ہے غیر مکدر ہم سے

ناصحو ماری نصیحت حسد و رشک سے ہے
 ترک ہوتا ہے کوئی عیشِ مقدر ہم سے
 گردنِ غیر پہ چلتے نہیں دیکھا ہرگز
 پیار رکھتے ہیں مگر دشمنہ و غنجر ہم سے
 شیفتہ سادہ ہمانی نے ہمیں چمکایا
 ورلہ صنعت میں بہت لوگ ہیں بہتر ہم سے

۱۵۲

دل لیا جس نے ، بے وفائی کی
 رسم ہے کیا یہ دلِ ربائی کی
 تذکرہ صلحِ غیر کا نہ کرو
 بساات اچھی نہیں لڑائی کی
 تم کو اندیشہ گرفتاری
 پاں توقع نہیں رہائی کی
 وصل میں کس طرح ہوں شادی مرگ
 مجھ کو طاقت نہیں جدائی کی
 دل نہ دینے کا ہم کو دعویٰ ہے
 کس کو ہے لافِ دلِ ربائی کی
 ابک دن تیرے گھر میں آنا ہے
 بخت و طالع نے گر رسائی کی
 دل لگایا تو ناصحوں کو کیا
 بات جو اپنے جی میں آئی ، کی

قطعہ

شیفتہ وہ کہ جس نے ساری عمر
دین داری و پارمانی کی

آخر کار سے ہرست ہوا
شان ہے اس کی کبریائی کی !

۱۵۳

اپنی شوخی کی بھی خبر کچھ ہے
زلزلہ آسمان پر کچھ ہے

زاری شب کے زور تو دیکھے
تجہ میں بھی دم ، دمِ سحر کچھ ہے

راز پوشیدہ ہو چہیے کس سے
بے خبر ہے جسے خبر کچھ ہے

لالہ سُنتے نہیں تو بات سُنو
خوب باتوں میں بھی اثر کچھ ہے

عشق کے اب کہاں وہ عنکاسے
دردِ دل ، سوزِ جگر کچھ ہے

حسن کیا عرضِ جلوہ کرتا ہے
شہر میں شورِ الحذر کچھ ہے

اس کے لیرنگ سے ٹپکتا ہے
کہ عدم سے بھی پیش تر کچھ ہے

کھوٹی باتیں ہیں اور چلو دار
ہاں ترے دل میں سیمِ بر کچھ ہے

عشق میں ساری خویاں ہیں جمع
اک مگر جان کا ضرر کچھ ہے

رم بہت ہے ، آس کم ہے طینت میں
وہ بہت ہے پری ، بشر کچھ ہے

دوست یوں ”ان پکاد“ پڑھتے ہیں
کہ مری سمت آئے نظر کچھ ہے

برق ہے روزگارِ خندہ نکل
ناز بہ فرصت اس قدر کچھ ہے

شیفتہ بھی ہے مجمعِ اخداد
کچھ ہنر مند ، بے غر کچھ ہے

۱۵۲

”نازی کیا ہوئی“ کیوں غش نہیں، کیا صورت ہے
آئندہ دیکھنے سے آن کے مجھے حیرت ہے

غیر تو طعنہ نہ دے گو کہ مجھے فرقت ہے
کوہ کن کیا کہیں خسرو سے بھی بے غیرت ہے

عشق سے اور بڑھی جائے قساوت دل میں
غیر کو رنج ہوا ہے تو ہمیں راحت ہے

کچھ نئی بات نہیں وعدہ ، تسلی کیا ہو
وہی حرمان ، وہی یاس ، وہی حسرت ہے

مجھ سے آزرده ہو کیوں، میں بھی تو کہتا ہوں یہی
تم ملو غیر سے، ممکن ہے یہ سب تہمت ہے

گر عبادت کو عذو کو بھی لیے آئیں تو خوب
کہ مرا رشک سے مرنا سببِ عبرت ہے

غیر کو یاد رہی تیری محبت ہی نہیں
اور اگر ہے تو ترے بھوے کیوں نفرت ہے

اے عدو کس لیے نازاں ہے سمجھ تو آخر
جس سے ہم خوار ہونے ہیں یہ وہی عزت ہے

چشم سے اشک رواں لب پہ ہے آہِ سوزاں
شیفتہ کس کے لیے آپ کی یہ حالت ہے

۱۵۵

آؤ مل جاؤ لڑائی ہو چکی
ایک دم صبر آزمائی ہو چکی

ایک حالت پر نہیں رہتا کوئی
اب وفا ہو، بے وفائی ہو چکی

ہم سبک ہوتے ہیں اپنے ہاتھ سے
جوں ہی وہ ہکڑے لڑائی ہو چکی

ضعف سے ہے آپ میں آنا محال
کس کے کوچے تک رسائی ہو چکی

اب کے جس صورت سے ہو مل جائیے
غیر کہنے ہیں صفائی ہو چکی

شیفتہ یاں عشق پہ، وان 'حسن وہ
دونوں عاجز، ہارسائی ہو چکی

زمر سے ، الہاس سے ، تلوار سے
 مجھ کو آفت ہے انہیں دو چار سے
 لئے چلیں تھوڑا نمک بھی دشت میں
 آلیے بھولیں گے آخر خار سے
 نعل آٹھانے کا ہی اب سامان کریں
 چارہ گر بیٹھے ہیں کیوں ناچار سے
 ذکرِ وصلِ غیر کر بیٹھے مباد
 کیا ملیں ہم بحرِ اسرار سے
 بھر تو قابو میں اجل کے آچکے
 بیچ گئے ہم گر غمِ دلدار سے
 کلٹ کر سرخط کی جا بھیجا آئے
 کامِ خاصے کا لیا تلوار سے
 جب ہمارا رشک سے جی بھر گیا
 بزمِ خالی ہو گئی اغیار سے
 جو گلہ سمجھے تھے نکلا شکر ہائے
 کی شکایت ہم نے کس عیار سے
 واہ ! ہم تو دیکھ کر مر جائیں ، اور
 زلہ ہوں مردے قری رفتار سے
 وہمِ آسائش سے وحشت ہو گئی
 آس پری کے سایہ دیوار سے
 بھر بلا سے کوئی بیٹھے شیفتہ
 آٹھ گئے جب آپ کوئے بار سے

۱۵۷

لطفِ ظاہر ہے سرے آزار ہے
آشتی ہے مدعا ہمارے

فیضِ یابِ نور و آئیں بندِ حسن
مہرِ آس کے بہرِ ترِ رخسار ہے
ساقیا بنتِ العنب وہ لاکھ ہو
دل رہا تر شاہدِ بازار ہے

غیر کو سیدھا بتایا ہار نے
ہے تعجبِ چرخِ رفتار ہے
جی اٹھے فرہاد اگر شیریں کہے
کیوں جدا آتی نہیں کہار ہے

کیا کہوں جوہرِ شناسی یار کی
مجھ کو مارا تیغِ جوہر دار ہے
ہلبلِ شوریدہ بے تاب و مست
آس کے کوچے کو چلی گلزار ہے

ہم کناری کی ہوس تھی وِنتِ نئل
ہم لپٹ کر رہ گئے تلوار ہے
ہائے جوش بے خودی، ہائے جنوں
رازِ آفت کہہ دیا اخیار ہے

واہ ہوشِ ہاسِ بدنامی کہ ہے
لکڑیِ اخفا محرمِ اسرار ہے
جلد کھولو شیفۃِ آغوشِ شوق
یہ جدا آئی لبِ سوزار ہے

ترک ہونا بار اور اغیار سے
قطع ہونا ربطِ گل سے خار سے

کام جوں اور دعویٰ عشق کا !
بار ہی یاں مدعا سے بار سے

ہے ضرورت غیر کو واقع میں آج
آپ ٹھہراتے ہیں کیوں اصرار سے

آہ و زاری سے شکوہ حسن سے
جیسے رونقِ باغ کی اشجار سے

جز دلِ شوریدہ لذت کون اٹھائے
عندلیبِ مست کی گفتار سے

دیکھ لیں گے ہم بھی گر اغیار کو
آپ نے جھانکا سرِ دیوار سے

فصد کے قابلِ دلِ یسار سے
چارہ جو ہے ترکسِ یسار سے

اپنا ٹوٹا کھر جت مرغوب سے
یسار گاہِ ثابت و سہار سے

دیدنی ہے وہ جگہ جو ہے الگ
حاتِ جنگل اور نو بازار سے

شہوہ ہائے برقِ خاطرِ شیفۃ
جلوہ گر ہیں اس کے شوخ اطوار سے

کچھ بات راز کی ہے ذرا ہنس آئیے
 جی میں ہے آج خوب عدو کو ہنائیے
 بلبل خزاں میں آتشِ دل یوں بجھائیے
 گل کر کے شمع، شمع کے قریاں جالیے
 رونا ہوا ہے اشکِ لذات کہ ہنس کے وہ
 کہتے ہیں اور بھی کوئی ڈرنا چاہیے
 ہوسہ ہنسی ہنسی میں جو گل لے لیا تو پھر
 کہنے لگے بھلا تمہیں کیا منہ لگائیے
 سو بار الفجمن سے آٹھاؤ، ہم آئیے گے
 اب ٹھن گئی کہ ناز تمہارے آٹھائیے
 آتا ہے رحم نازکی گوشِ یار ہر
 اے وائے کیوں کہ حالِ دل اُس کو سنائیے
 تدبیرِ صلح خوب ہے بن آئے بات تو
 جی میں ہے آج غیر سے آنکھیں لڑائیے
 گزرا میں اعتبارِ محبت کے فخر سے
 مجھ کو رقیب سمجھئے ہر آپ آئیے
 اک لیم ناز بس ہے ہمارے ہلاک کو
 کچھ بھی نہ کیجئے دیکھ کے بس مسکرائیے
 دشنام و نغمہ اس میں ہمیں بحث کچھ نہیں
 سنتے ہیں، آج آپ ہمیں کچھ سنائیے
 واعظ کے قول خوب ہیں زندوں کے فعل خوب
 وہ اُس سے سیکھ لیجئے یہ ان کو سکھائیے

مے ہو نقشِ کہنہ کہاں جائے نقشِ نو
 سرشقیِ دل سے نقشِ تمنا مثالی ہے
 ہر چند سیر کی ہے بہت تم نے شیفہ
 ہر مے کدے میں بھی کبھی تشریف لائیے

۱۶۰

لب میں اگر نہیں تو ہمارے سخن میں ہے
 جو خاصیت کہ آں لبِ اعجاز فن میں ہے
 یا مرسل الرياح ادھر کو بھی بھیج دے
 وہ بوئے خوش کہ چہرِ نسیمِ یمن میں ہے
 دیتی ہے چشمِ روشنیِ چشمِ روشنی
 آمدِ نسیمِ مصر کی بیتِ الحزن میں ہے
 لبرنگِ نو بہار ہے عشوہ طلسم کا
 کہا عندلیبِ دامِ قرابِ چمن میں ہے
 پرانِ کہنہ بن گئے اطفالِ خورد سال
 کیفیتِ عجب مرے دیوانہ بن میں ہے
 الہام لے کے آئی گے دیتے ہیں یہ لوہ
 لذتِ نئی کچھ آج جو زخمرِ کہن میں ہے
 وہ آہوے رمیدہ کہ ہم جس کے صید ہیں
 نے وادیِ تار نہ دشتِ ختن میں ہے
 شیوہ تمام غنچہ لشکفہ کا ہنوز
 بندِ قبائے شاہدِ کل پیرمن میں ہے
 کیا غیر پر بھی شعلہِ برقِ غضب پڑا
 ٹھنڈک سی آج کچھ مرے دل کی جلن میں ہے

کیا کیا بھنسا رہی ہے ہمیں دامِ رشک میں
آشتی کی کہ زلفِ شکن در شکن میں ہے

شیریں سے جہرہ در نہ ہوا ایسے شوق پر
کیا سطوتِ رقیب دلِ کوہ کن میں ہے
خلوت میں شیفتہ سے کوئی مل کے کیا کرے
وہ شخصِ انجمن میں بھی آوے انجمن میں ہے

۱۶۱

ہوا نہ مَدِ نظرِ چشمِ یار کے بدلے
ہزار رنگِ بہاں روزگار کے بدلے

صبا کو بھائی جو محل کی تیری رنگینی
چمن کو داغ دے لالہ زار کے بدلے
کیا اودھ اگر سیرِ باغ کا تم نے
قیامت آئے گی ابیرِ بہار کے بدلے

خلافِ عہد ہے شیوہ تو کیا قیامت ہے
ستم کا عہد وفا کے قرار کے بدلے
عجب ہی شہر ہے دلی بھی شیفتہ ہرگز
میں روم و شام نہ لوں اس دیار کے بدلے

۱۶۲

میری خوشی کا آن کو نہایت خیال ہے
کچھ ان دنوں میں غیر سے شاید ملال ہے

بے کچھ سنے ہیں رشک سے دل پر ہزار داغ
لامِ خدا یہ گرمیِ حسن و جمال ہے

نے تابِ وصلِ غیر نہ نیروے منعِ غیر
تقدیر سے معارضے کی کیا مجال ہے

قصہِ جواب ہو بھی تو کیا خاکِ دینِ جواب
بے صرفہ متصل یہ عجوبہِ سوال ہے

ممکن نہیں وہ برقِ نگہِ غیر پر پڑے
جز طور اور پر ہو تجلی ، محال ہے

کچھ میرے عشق میں تمہیں شک ہو تو سامنے
دیوانِ خواجہ حافظِ فرخندہِ فال ہے

ہم نے کیا جہاں سے گزر کر جہاں مقام
واں وسعتِ سہر و زمیں پائمال ہے

ہے شانہ کش جو زلفِ پریشان میں بوالہوس
نکسرِ وصلِ عاشقِ آشفہِ حال ہے

کچھ آج شیفۃ ہے بہت مضطرب مگر
جانے کا آس کے غیر کے گھرِ احتال ہے

۱۶۳

ایامِ ہجر میں جو آجمل کا خیال ہے
بے شک دماغ میں اثرِ اختلال ہے

خوش تھے کہ خونِ جہانے نظر، یہ خبر نہ تھی
کبھر جفا میں خونِ ہمارا حلال ہے

اُن کے خلافِ وعدہ سے میں شرم سار ہوں
کیوں کر کہوں کہ مجھ سے انہیں انفعال ہے

کیا نسترن ہو تم کہ یہ پیاری شمیم ہے
کیا برگِ کلی ہو تم کہ یہ زیبا جہاں ہے

ساق کو مے کدے میں سرِ لاؤ نوش ہے
 صوف کو خانقاہ میں سرِ وجد و حال ہے
 عاشق کو اضطراب ہی عجز و نیاز ہے
 معشوق کو غرور ہی غنچ و دلال ہے
 منظور ہے حکیم کو ہر شے کی معرفت
 حالانکہ اپنی معرفت اُس کو محال ہے
 ہر کام فلسفی کا سناہت کے ساتھ ہے
 ہر بات منطقی کی مرادِ جدال ہے
 اربابِ حکمتِ نظری کو عمل نہیں
 اہلِ کلام کو ہوسِ قیل و قال ہے
 جن کو کہ دستِ گاہ ہے فنِ نجوم میں
 عمر اُن کی صرفِ زائچہ ماہ و سال ہے
 رہتے ہیں بعض درپے اسرافِ رات دن
 بعضوں کو روز و شب سرِ توفیرِ مال ہے
 بعضوں کو ہے مذاق میں فخرِ نسب لذیذ
 بعضوں کو ذوقِ دعویٰ فضل و کمال ہے
 مفلس کو فکر ہے کہ کسی ڈھب سے کچھ ملے
 مشہمِ حریقِ نجاتِ بیمِ زوال ہے
 جو ہیں حریصِ سیرِ چمن اُن کو بزم میں
 ذکرِ شجرِ کبھی، کبھی لکڑی نہال ہے
 جی میں کسی کے خواہشِ آرائشِ لباس
 دل میں کسی کے حسرتِ جاہ و جلال ہے
 کوئی طلب میں اشہبِ گل کون نظیر کی
 کوئی اسیرِ شوقِ شکارِ غزال ہے

کوئی فداے قامتِ آفتِ خرام ہے
 کوئی خرابِ نرگسِ جادوِ مثال ہے
 ناحق کسی کو شکر کسی کو شکایتیں
 بے وجہ کوئی خوش ہے ، کسی کو ملال ہے
 کس واسطے ہم آئے ہیں دنیا میں شیفۂ
 اس کا جو دیکھتے تو بہت کم خیال ہے

۱۶۴

تو خویاں غیر کیا جانتا ہے
 تو جیسا ہے بس جی مرا جانتا ہے
 ہوا اُس کیوں دل کو اوّل نظر میں
 کہ وہ مجھ کو زود آشنا جانتا ہے
 نظام سے ہوتی ہے بیدادِ الزون
 شکایت کو شکرِ جفا جانتا ہے
 گرفتاریؔ غیر کا ذکر مجھ سے
 مجھے کس قدر مبتلا جانتا ہے
 مجھے افسرِ زلف نے کاٹ کھایا
 کوئی شخص اُس کی دوا جانتا ہے
 وہ گلِ بیرے رونے سے ہوتا ہے خرم
 کہ اپنا وہ نشو و نما جانتا ہے
 ستم گر کہے سے برا ماننا کیوں
 ستم کو اگر وہ پہلا جانتا ہے
 کبھی غیر پر جور ہوتے لہ دیکھا
 مجھے کو بس اک آزما جانتا ہے

یہ دھوکا لہ کھانا کہ کم عمر ہے وہ
ابھی شیوہ ناز کیا جانتا ہے

قاسم نہ کر قتل میں میرے ہرگز
کہ عاشق کا تو خون بہا جاتا ہے
حذر سے واجب ہوا شیفتہ اب
مجھے بار بھی پارسا جانتا ہے

۱۶۵

نقطہ بار جور و جفا جانتا ہے
یہی جانتا ہے تو کیا جانتا ہے
جو پیکالہ جانے تجھے خلق، کیا غم
اگر آشنا آشنا جانتا ہے
نہ ممنون دل طرہ مشک بو کا
نہ الطافِ ہادی صبا جانتا ہے
ہزاروں گئے جان سے اک ادا میں
عجب شیوہ دل رہا جانتا ہے
مری چشمِ پریم کا حال آسے ہو چھو
کہ وہ خوب یہ ماجرا جانتا ہے
شکایت ہمیں شکوہ شکر سے ہے
کہ اب وہ جفا کو وفا جانتا ہے
آسے کنچِ خلوت کی کیا ہے ضرورت
جو محفل کو خلوت سرا جانتا ہے
بہر صورت آئینہ بھی مغنم ہے
کچھ آئینِ اہل صفا جانتا ہے

عدو کی رعایت سے مجھ کو ستانا
وہ الصاف کا مقضا چالتا ہے

ہمیں شیفتہ کی نصیحت سے حاصل
کہ وہ آپ ہم سے سوا جانتا ہے

۱۶۶

سمجھ لے اور کوئی دن رقیبِ خوار مجھے
عزیز رکھتے ہیں اب اُن کے راز دار مجھے

شرابِ عشق ہے کیا دہشتِ خبار مجھے
جنونِ عشق ہے کیا حاجتِ بہار مجھے

اگر کہہ دو کہ تو عاشق نہیں میں سچ جانوں
تمہاری بات کا ایسا ہے اعتبار مجھے

حصولِ نام سے دل کو اگر نہ ہو آرام
بہت عزیز نہیں جانِ بے قرار مجھے

عدو کو رشک ہے ایسا کہ مذت میں گویا
ملی ہے جائے نفسِ برقِ شعلہ بار مجھے

عجیب عشق میں تہذیبِ نفسِ ہوق ہے
نہ شوقِ باغ رہا نے سرِ شکار مجھے

ملا عدو کو مے و نغمہ برق و باران سے
سبا سے خاک ملی اور گل سے خار مجھے

خلافتِ وعدہ مسلم، وفائے وعدہ غلط
غرض کچھ اور نہیں غیرِ انتظار مجھے

خجل ہوں آپ میں بے وقت اپنے آنے سے
تم اور کرتے ہو ہنس ہنس کے شرمسار مجھے

وہی رقیب ہے صحبت وہی قدح خواری
 کیا ہے آپ نے ناحق آہدوار مجھے
 جفا کو ترک کرو تم ، وفا کو میں چھوڑوں
 کچھ اشتہار تمہیں ہو کچھ اشتہار مجھے
 رہے سرائر مکتومہ دل ہی میں افسوس !
 جہان میں نہ ملا کوئی رازدار مجھے
 تمام شورش و سر تا قدم شکایت ہوں
 نمودہاقتہ اگر واں ملے گزار مجھے
 ہلاکِ جلوۂ زیبا ، خرابِ بادۂ ناب
 تمہارے شیفۂ معلوم ہیں شعار مجھے

۱۶۷

ابھی کہوں تو کریں لوگ شرم سار مجھے
 کہ کس کے وعدے پر اتنا ہے انتظار مجھے
 ہزار شکر کہ اس کی گلی میں چھوڑ گئی !
 لسم جان کے اک ناتوان غبار مجھے
 یہی گمان ہیں رشک ہے اگر ، تو کبھی
 نہ کوئی دوست ملے گا ، نہ کوئی بار مجھے
 جفاے شجنہ ہے منظور ، پر نہیں منظور
 خلاصِ شیوۂ زندانِ بادہ خوار مجھے
 عدو کے حق میں پھر آیا وہی زمانۂ عیش
 کھلے یہ معرِ سیال غیر قار مجھے
 جو بادشاہ بلانے تو میں نہیں جاتا
 کہ ان دنوں میں کسی کا ہے انتظار مجھے

جو شورشیں نہ بچاتا ، اسیر کیوں ہوتا
 خراب تو نے کیا جلوۂ بہار مجھے
 عدو کے ساتھ بھی آخر چٹا ہوا آغاز
 کسی طرح بھی نہ رکھا امیدوار مجھے
 رفیق ہیں متردد ، رقیب ہیں فارغ
 عزیز رکھتی ہے وہ چشمِ فتنہ بار مجھے
 نفس میں کرق ہے تحریکِ بالِ جنباں
 نوائے دل کثرِ مرغانِ شاخسار مجھے
 لیا ہی تھا نگہِ بُرِ فسوں نے دل لیکن
 کیا ادائے تغافل نے ہوشیار مجھے
 ہزار دام سے لکلا ہوں ایک جنبش میں
 جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے
 بڑے فساد آئیں شیفٹہ ، خدا نہ کرے
 کہ آن کی بزم میں ہو دخل و اختیار مجھے

۱۶۸

مہر کئے جو وہ گل کشت گلستان کے لیے
 مہا تہش میں ہے گل ہائے بے خزاں کے لیے
 انہیں ہے ہم سے محبت ، عمل کی کیا حاجت
 اگر کرو ، تو کرو آن کے پاسباں کے لیے
 متاعِ یثرب ہا شہرِ عشق میں ہے وفا
 یہ آہ و نالہ ہے آواثرِ دکان کے لیے
 وہ اپنے باغ میں ہم کو ضرور رکھے گا
 جو بلبلوں کو نہ دے حکمِ آسماں کے لیے

مقربانِ ملک کا ہے آہاں بہ دماغ
غزانہ چاہیے قاروں کا ارمغان کے لیے

سحر کے ساتھ ہی آتے ہیں کوئے جاناں میں
عدو ہنسی کے لیے اور ہم لغاں کے لیے

کرم کرم نہ سمجھ ، گر کسی غرض سے ہو
ستم ستم نہ سمجھ ، گر ہو امتحان کے لیے

جو بوستان میں گیا میں ہلاکِ قیامتِ یار
قیامت آئے گی شمشادِ بوستان کے لیے

ہر ایک سے ہوئی قسمت بہ قدر استعداد
خرد سے پیر کو اور زور سے جوان کے لیے

غرض یہ ہے کہ مکر جائیں گر بڑے حاجت
کہ مہر نامے پہ کرتے نہیں نشان کے لیے

کب آپ آئے کہ طافت نہیں اشارے کی !
کب آپ آئے کہ جنبش نہیں زباں کے لیے !

نہ بہکنے میں ترانہ ، نہ خاتواں میں سہا
دعا سے خیر ہے اُس آفتِ جہاں کے لیے

متاعِ دانش و دین کی ضرور ہے تسلیم
کہاں ہے ادبی ہے سخنِ امان کے لیے

زباں ہے عشق میں ہم خود بھی جالتے ہیں مگر
معاملہ ہی کیا ہو اگر زباں کے لیے

ہمارے ساتھ ہیں وہ موشگافیاں کہ نہ پوچھ
یہ نکتہ بس ہے کہ آفت ہے لکتہ داں کے لیے

اثر اگرچہ ہنسا بہرِ نازِ دل کثیرِ دوست
مگر کچھ اپنی بھی آہِ جگر نشان کے لیے
یہ ضبطِ راز کی تعلیم شیفٹہ ہے جا
زبان ہم کو ملی ہے اگر بیان کے لیے

۱۶۹

جو کوئے دوست کو جاؤں تو ہاسباں کے لیے
نہیں ہے خواب سے بہتر کچھ ارمغان کے لیے
تمام علتِ درماندگی ہے قلتِ شوق
تہی ہوئی بہرِ پرواز مرغِ جاں کے لیے
سنی اکابرِ دیوان سے آخر آہِ ہاس
غلط تھی پہلے ہی کوشش خطِ امان کے لیے
پری کنار میں رکھی کہ حورِ زانو بہر
ہارا سر ہے ترے سنگِ آستان کے لیے
نکاحِ لطف تری دل کے واسطے ہے نسیم
نکاحِ خشم تری بند ہے زبان کے لیے
شریکِ بلبل و قمری ہے وہ زبونِ فطرت
جو بے قرار رہے سبِ گلستان کے لیے
امید ہے کہ نباہیں گے امتحانِ لیے کر
جو اس قدر متقاضی ہیں امتحان کے لیے
نہ خاکبوں سے تعلق، نہ قدسیوں سے ربط
نہ ہم زمیں کے لیے ہیں نہ آسماں کے لیے
شبِ وصال ہے پیغامِ روزِ فروخت کا
چار آہی ہے گلزار میں خزاں کے لیے

ہم دوست ہوا قاصدوں کو وجہ شرف
نہیں مصر سے عزت ہے کارواں کے لیے

قدم بھی ہم کو نہ رکھنے دیا گلستاں میں
ہزار بار قدم ہم نے بالحبان کے لیے

ہزار جلوۂ رنگیں ہیں، اور ہر جلوہ
مواہجہ بحر لیے چشمِ خوں نشان کے لیے

نفس زمانہ و جاہ سرخ و آشیان ملکوت
نفس میں سرخ ہے بے تاب آشیان کے لیے

فسانے اپنی محبت کے سچ ہیں ہر کچھ کچھ
بڑھا بھی دیتے ہیں ہم زیبِ داستان کے لیے

ہماری نظم میں ہے شیفتہ وہ کیفیت
کہ کچھ رہی نہ حقیقت سے مفاں کے لیے

فردیات

ہروانہ وار جلنا دستور ہے ہمارا
اُس شمعِ زو بہ مرنا مشہور ہے ہمارا

دیگر

آنکھ کل اُس سے لڑاتا تو لڑائی ہوئی۔
شیفتہ پر میں وہ بدلی ہوئی چتون سمجھا

دیگر

غیر پر پیار کی نظریں ہیں ، غضب کی ہم پر
لگہِ پیار میں ہے رنگ ، گلِ رعنا کا

دیگر

اُس کی جب آنکھ پھری ، پھر گئیں اُس کی آنکھیں۔
شیفتہ مرنے پہ تیار ہی ہے ، کیا پھرتا تھا

دیگر

کیا جانے گزری غیر پہ کیا اُس کی بزم میں۔
آئے وہ اس طرح کہ مجھے ہمارا آ گیا

دیگر

ویرانے کی مانند ذرا جی نہیں لگتا
ہر چند کہ ہے شیفتہ دلی وطن اپنا

دیگر

رقیب اپنے ہیں کس کس مزے سے جام شراب
ہمارے دور میں افسوسِ احتساب نہیں

دیگر

جوشِ جنون و ہند کی تاثیر دیکھنا
داس کو ٹالکتا ہوں گریباں کے چاک میں

دیگر

ہر شیوے سے ٹپکے ھے ادا ، ناز تو دیکھو
ہر بات میں اک بات ھے انداز تو دیکھو

دیگر

کرتے ہیں جور و جفا ، ناز و ادا ، کہتے ہیں
یہ بھی کیا لوگ ہیں ، کیا کرتے ہیں ، کیا کہتے ہیں

دیگر

منت کشِ عتاب پر الطاف شرط ھے
تنہا متم نہ کیجیے الصاف شرط ھے

دیگر

ایسی رغبت سے کرے قتل ، کہاں کاھے کو تھا
شیقتہ آس کو تو لو تم سے محبت نکلی

شیفتہ کا غیر مطبوعہ کلام

غزلیات

۱

روز گر جائے تو کیا کچھ نہ دکھاتے دیکھا

ایک ہی شب جو گئے، غیر کو جاتے دیکھا

کیوں نگاہے کرم صلح نہیں ہونے کی

اپنی آنکھوں سے تجھے آنکھ لڑاتے دیکھا

میری وحشت کی خبر تیس کو زہار نہیں

کل بھی لوگوں نے آسے خاک اڑاتے دیکھا

ہاتھ ملنا پسِ مُردن بھی رہا قسمت میں

گورِ اعدا پہ آسے ہاتھ اٹھاتے دیکھا

ٹکل کیا شمع کو اُس کوئی ہوا نے جوں ہی

نعل پر شیفتہ کی اشک بہاتے دیکھا

۲

دن کو دکھلاتے ہیں 'حسنِ آفتِ افشاں کی ہمار

دیکھ کر شبِ شعلہ ہمارے آہ و افغان کی ہمار

ٹکل کھلائے شمع 'رو نے مجھ کو سر سے ہاؤں تک

غیر کے کھر دیکھ کر سروِ چراغان کی ہمار

۱۔ از نسخۂ دیوان شیفتہ خطوطہ رضا لائبریری رام پور مکتوبہ ۱۳۳۷ء -
مرتبہ -

جلوئے صبحِ وطن کیوں کر نہ ہو وحشتِ نزا
یاد آتی ہے ہمیں شامِ غریبیاں کی بہار
سو'نگہ کُل ہوش آگیا تھا، دیکھ کُل بھر غش ہوا
یاد آتی ہے کو اس چاکِ گریبیاں کی بہار
صبرِ جنت سے ہو کیا واشد دلِ افسردہ کو
چھا رہی ہے شیفٹہ آنکھوں میں تو واں کی بہار

۳

گر کیجئے اُس پری کی بیاں داستانِ رقص
ہو وجدِ اعلیٰ حال کو سن کر بیانِ رقص
آنکھوں میں بھر گیا مری وہ رقصِ جان نواز
ہاروت مجھ سے زہرہ کا مت کر بیانِ رقص
ہو مشتری کو خوبی کالا سے وجد و حال
وہ خود فروش کھولے کبھی گر دکانِ رقص
تھا دل کو رقص طائرِ بسمل کی طرح شب
سن کر عدو کے گھر میں تری داستانِ رقص
ہاں چاہیے صلہ مدِ زہرہ روش کو دیکھ
کیا خوب شیفٹہ نے کیا ہے بیانِ رقص

۴

ابنی تیغِ نگہ کی آب کو دیکھ
دلِ بے حوصلہ کی تاب کو دیکھ
کاٹتے ہیں ہڑے در و دیوار
دیدہ خائماں خراب کو دیکھ

آگے آس جلوے کے یہ تھا احوال
رو دیا ہم نے آفتاب کو دیکھ

مجھ سے بے خوابی کا سبب مت ہوچہ
اپنی ہی چشمِ نیم خواب کو دیکھ
شکوے کی جا نہیں کہ ہو گئے ہم
بے حجاب آپ کے حجاب کو دیکھ
کس ہری زاد کا ہوں دیوانہ
غش میں ہوں اپنے انتخاب کو دیکھ
دل بے تاب پھر ہوا بے تاب
آس کی کاکل کے بیچ و تاب کو دیکھ

اب تو کہتے ہیں وہ بھی ، شیفٹہ کے
دل تڑپتا ہے ، اضطراب کو دیکھ

۵

اگر طلب کرے وہ مدِ عذار آئینہ
تو مہرِ لعل کرے زونگار آئینہ
وہ گل نہ دیکھے کبھی آنکھ اٹھا کے گرجہ کرے
ہزار آہ بہ رنگِ ہزار آئینہ
ہری کو شیشے میں بے تاب جس نے دیکھا ہو
ہوا وہ دیکھ کے یوں بے قرار آئینہ
نہیں ہے آپ حیا آس کی آنکھ میں شاید
ہے کس ڈھٹائی سے آس سے دوچار آئینہ
شہارِ غیروں کا کبچے نو طول کہینچے بات
بڑا ہے سب میں سخن ، اختصار آئینہ

تمہارے جلوے سے از بس کہ کھل کٹی قلعی
مستالِ ماء ہوا شرمِ سار آئینہ

مناسبت ہے کہ ہو ربط اس قدر باہم
ہارا دل ہے اگر روئے یار آئینہ

ہمارے آئنے چشمِ اشکِ یار کو دیکھ
کہ اس سے اور نہیں آبِ دار آئینہ

جیہی سمجھ گئے ہم دل میں آمدِ دشمن
ہنسا جو لا کے ترا رازدار آئینہ

ذرا نگاہ کرو شیفتہ کی شوخی کو
دھرا ہے چلو میں ہنگامِ کار آئینہ

متفرق فردیات

معجزِ حسن سے سب جن و بشر ہیں تسخیر
میری بلیس کو دعویٰ ہے سلیمانی کا
کس سن رو کے لیے ہے کہ شر کے بدلے
موجہ آہ کرے قصدِ کل افشانی کا
کسی^۱ بے تاب کو دیکھا کہ ہوا گرمِ عنان
کچھ لیا ڈھب ہے ترے رخس کی جولانی کا

خون بہنے سے سرا کہوں دل بسل ٹھہرا
شیفتہ دیکھ تو بڑھ کر کہیں قاتل ٹھہرا
قیس بے تاب ہے خود ، کون کہے لیلیٰ سے
سارباں تو ہی کسی حیلے سے محمل ٹھہرا

آف رے آدابِ محبت کہ ترے کوچے میں
جب تلک سر نہ رکھا پاؤں اٹھایا نہ گیا
غیر کے آنے کی رجش نہیں جاتی اس سے
بجہ پہ طوفان ، لو یاں کوئی نہ آیا نہ گیا

توڑیں گے خوب دھمکے پرویز شیفتہ
گر اپنے ہاتھ تیشہ فرہاد آ گیا

۱- از گلشن بے خار -

۲- از گلشن بے خار -

نہ ہو تجھ کو ظاہر میں آفت مری
تجھے میں نے چاہا اور کیا ہو گیا

شمع رو تیری طرح تجھ کو جلاتا میں بھی
اور تجھ سا جو کوئی شعلہ شائل ہوتا

شیفتہ آس سا ستم کار ہے اب مائل کیوں
اثرِ عشق سے انکار تجھے تھا نہ ہوا

شیفتہ آنکھ وہ غیروں سے بھی شاید پھیرے
گر ہے ساقی کی طرف باز ہیں جامِ شراب

روزِ غم چرخ ، بڑھا دینا خوب
پر شبِ وصل کو کوتاہ نہ کر

صورت دکھانے جاتے ہیں وہ سن کے نزع میں
دشمن سزائے حسرتِ دیدار بھی نہیں
یوں کچھ کہو یہ غیر سے بھی نہ چکی کہ جان
تم بے وفا نہیں تو وفادار بھی نہیں
تم اور شیفتہ سے وفا کا گلہ دریغ
دشمن آئے سمجھتے ہو جو یار بھی نہیں

یہ کیا ستم ہے کہ یوں شیفتہ ہی کھل جائے
وہ شرم گئی کہ جو غیروں سے بے حجاب نہیں

خاص آڑائیں سوزن عیسیٰ کی دھجیاں
ہے اب بھی تجھ کو فکر گریباں کے چاک میں

کیا حاصل ایسی بزم میں جانے سے شیفقہ
جس جانے دور باش نہیں ، مرجبا نہیں

کیا ہو گئی وہ چشمک لطف و نکتہ سہر
کیوں آنکھ تری اب نہیں اے پردہ لشین ، وہ

شکر ، غیروں کو ہوئی آس دم لڑائی کی خبر
مجھ سے اور اس جنگ جو ہے جب صفائی ہو چکی
تیری جھوٹی مے سے کیا ہے گر کبھی اس کے سوا
بادہ کش دیکھا ہو تو کہہ پارسائی ہو چکی
اب مبارک ہو تمہیں عیش وصالِ جاوداں
شیفقتہ تاب و تعب صرف جدائی ہو چکی

تہ کیوں کر اجل میرے قربان جانے
عبت میں آس کی ، مری جان جانے

ہے لوح دل ، دل کے طلب گار تھے وہ بھی
پھر کیوں کہ نہ شیون کریں ، شیون سے ہمارے

اے پردہ لشین تو نے ہی بے پردہ دری کی
لا کر جو دکھائی مجھے تصویر پری کی

وان سے نسیم لے کے کہاں بُو لکل سکے
جس ہزم میں نہ شمع کا آنسو لکل سکے

خود فروشی کا جو ہے اس رشکِ یوسف کو خیال
چرخِ والوں کا محلہ مصر کا بازار ہے

حریت میں دشت ملے ہو جو اس گل کے ساتھ بھر
تہ خواہشِ وطن ، نہ ہوائے چمن رہے

رباعیات

۱

ماتا کہ بس اب مرا سناٹا چھوڑا
اور داغِ فراق سے جلانا چھوڑا
ہر یہ کہو ا جو سب سے بالا تر ہے
غیروں کے پاس کا بھی جانا چھوڑا

۲

میں جامِ نہیں کہ منہ لگائے مجھ کو
نے آئینہ جو شکل دکھائے مجھ کو
اے شیفتہ تصویرِ نہالی ہوں نہ غیر
کس طرح وہ ساتھ بھر سلائے مجھ کو

۳

انفوس نہ مجھ پہ رحم آیا تم کو
بے درد و ستم شمار پایا تم کو
کیوں آگ ہو کیا میرے جلانے کے لیے
اللہ نے شعلہ رو بنایا تم کو

۴

جھوٹا ہے ترا قرار، جھوٹا تجھ کو
غیروں سے ہے تجھ کو ہمار، جھوٹا تجھ کو
چاہا چھوٹے نہ چھوٹے عادت تیری
ناچار ہو میں نے ہار، جھوٹا تجھ کو

۵

یگانہ ہوئے سب اتریا تیرے لیے
 دشمن بنے بار و آشنا تیرے لیے
 یہ کچھ گزری پھر اُس پہ تو کہتا ہے
 چھوڑوں گا رقیب کو میں کیا تیرے لیے

۶

ہم مر گئے تیری چاہ کرتے کرتے
 غیروں ہی سے لبّاء کرتے کرتے
 کیا جانے سنگ دل تو ہے کون نہیں
 پتھر کے بھی دل میں راہ کرتے کرتے

مثالث

مائل ہیں اہلِ ہزم بھی آزار کی طرف
 مجلس میں تا نہ دیکھ سکوں بار کی طرف
 دیکھے ہے مجھ کو دیکھ کے اغیار کی طرف
 اُس ماہِ وش کے شوق نے مارا خدا ہمیں
 کتنا شعاعِ سہر نے حیراں کیا ہمیں
 نکلتے ہیں کب سے روزِ دیوار کی طرف
 شب اور سوزِ رشک نے داغ اک نیا دیا
 وہمِ نغمانِ یار نے سینہ جلا دیا
 آتش لگی تھی کسوچہ دلدار کی طرف
 ہم ایسے ہجرِ ماہِ لقا میں ہیں بے قرار
 شامِ فراقِ خوابِ عدم کا ہے انتظار
 آنکھیں لگی ہیں دولتِ بیدار کی طرف

دل چاک چاک شوخ رہے جا سے ہو گیا
 اُس نے دکھا دکھا کے مجھے، چھیڑ دیکھنا
 گل پھٹکے عندلیبِ گرفتار کی طرف

دیوالہ ہے غلامِ تو ایمانِ عشق کا
 ہے کیا قبول سجدہ شہیدانِ عشق کا
 ہوں ٹھوٹ، سر جھکانے ہی تلوار کی طرف

بے دادیوں نے اور تمنا کا خون کیا
 دیکھ اشکِ لالہ گونِ رقیب اُس نے ہنس دیا
 دیکھا نہ میرے دہدہ خونِ بار کی طرف

اب عشقِ لالہ رنگ کی سب کو ہوی خبر
 گل بانگِ نالہ ہے یہ لیا گلِ کھلا مگر
 گزری نسیمِ آہ چمن زار کی طرف

اک چرخ کیا کہ سب میں آدھر کیا کریں اسے
 اب رشکِ زخمِ پار پہ منصف کریں کسے
 کی آ کے موت نے بھی تو اغیار کی طرف

ہم داد خواہ ہو چکے روزِ نشور میں
 دل بعدِ قتل بھی نہیں بھرتا کہ گور میں
 منہ پھر گیا ہے کوئے ستم کار کی طرف

کہتا تھا اُس سے شیفۃِ سوختہ جگر
 کافر کئے لگا ہے تو "سوسن" کے ست مگر
 دیکھ اپنے نقشِ رشتہ زلّاز کی طرف

مخمس

(غزل مومن)

ناصر کو حرفِ تلخ سنایا نہیں ہنوز
 شورِ فداں سے فتنہ آٹھایا نہیں ہنوز
 دم ہمدون کا لاک میں لایا نہیں ہنوز
 ہجران کا شکوہ لبِ تلک آیا نہیں ہنوز
 لطفِ وصالِ غیر نے پایا نہیں ہنوز

ظروں میں غیر کی بھی نہیں عزت و شرف
 ان سخت کوشیوں پہ ہوا کسی قدر اخف
 عمرِ انتظار میں ہوئی کیسی مری تلف
 اے جذبِ دل وہ شوخِ ستم کر تو یک طرف
 پیغامِ لمے کے بھی کوئی آیا نہیں ہنوز

ثابت جیہی ونا ہو کہ ہو عشق میں وفات
 بے امتحانِ وصل بھلا یہ بھی کچھ ہے بات
 تا زیست کس طرح غمِ ہجران سے ہو نجات
 یک چند اور کاہشرِ غم ، چشمِ الثقات
 میں یار کی نظر میں سایا نہیں ہنوز

آئینہ دے کے حسنِ سب اس کو جتا دیا
 یک بار آڑا کے بردہ آٹھانا سکھا دیا
 دیکھو غضب کہ غیر کو جلوہ دکھا دیا
 ایسے ستم کیے کہ سرا جی بٹھا دیا
 ہر چند سرِ تلک نے آٹھایا نہیں ہنوز

کہہ دیجیو رقیب سے مل جائے گر کہیں
اب سے برا کہا نہ کرے ہم کو ہر کہیں
ہدگوہوں کی کسی بھی سے اسے بے خبر کہیں
ناصر رقیب سے ہے ہد آموز تر کہیں
ہر میں نے تیرا حال ستایا نہیں ہنوز

ان گرم جوشیوں پہ میں افسردہ کس قدر
ہر ہر خلافِ طبع پہ ہوتی ہے چشم تر
جب قدر ہو کہ لوٹے سری طرح آگ پر
کیا سوزِ رشک کی دلِ اغیار کو غیر
دوزخ نے کانروں کو جالایا نہیں ہنوز

شیدا کو کیوں کہ شوخیِ شیدا یقین آئے
ہدظن نہیں کہ جرأتِ بے جا یقین آئے
سچ ہو یہ خاک ایسا افسانہ یقین آئے
کیوں کر مجھے گناہِ زلیخا یقین آئے
دامن کو تیرے ہاتھ لگایا نہیں ہنوز

جب کچھ اثر نہ ہو تو نصیحت سے فائدہ
کچھ فائدہ نہ ہو تو شکایت سے فائدہ
جب ٹھہر جائے قتل تو مہلت سے فائدہ
ہوں خون گرفتہ یارو شفاعت سے فائدہ
صیدِ اجل کسی نے چھڑایا نہیں ہنوز

اغیار کے تو طعنوں کا اظہار کیا ضرور
اب وہ بھی چھیڑتے ہیں جو اس راہ سے ہیں دور
ظالم کہاں تلک دلِ بے تاب ہو صبور
واعظ ہمارے سانسے کرتا ہے وصفِ حور
سمجھا یہ تو نے جلوہ دکھایا نہیں ہنوز

یہ تو کہاں اُمید کہ بھیجے وہ گلِ عذار
اس فصلِ جانِ نواز میں گلِ دستہ ، خواہ ہار
ہر بیمِ داغِ تازہ سے ہے جان و دلِ فکار
جا چکِ خدا کے واسطے اے موسمِ بہار
خاکِ عدو بہ پھول وہ لایا نہیں ہنوز

اب کے وفورِ عشقِ صنم میں ہے گفتگو
موسم وہ لب پہ ہائے خدایا نہیں ہنوز

تضمین

آرام کا کچھ دھیان نہ کچھ فکرِ طرب ہے
جلنے کی ہوس ، شوقِ تیش ، غم کی طلب ہے
جو تجھ کو ہے منظور ، وہی مجھ کو بھی اب ہے
بہرہ بھی اگر تجھ سے نہ ہوئے تو غضب ہے
اے چرخ نہ گویم کہ یہ جامے خوشم انداز
یک بار دگر در کفِ آن آئشم انداز

منظور ہے گرتیہ کو کہ میں خوب جلاؤں
جتنا نہ ستایا ہو کسی نے ، میں ستاؤں
تدبیر بہت سہل میں اک تجھ کو بتاؤں
مت مان گر آرام کی کچھ بات بتاؤں
اے چرخ نہ گویم کہ یہ جامے خوشم انداز
یک بار دگر در کفِ آن آئشم انداز

مے چند جگہ منحصر آرام و مماشا
 صحن چمن و ہائے خم و بزم احبا
 بت حائے چیں ، باغ ارم ، جنت ماوا
 آن کی نہیں خواہش کہ کچھ انکار کی ہو جا

اے چرخ نہ گویم کہ بہ جاے خوشم انداز
 یک بار دگر در کف آن آئشم انداز

مثنویات

۱

(تاریخ مسی مالی یاقوت لبان ، مروارید دندان)

ساقیا بس مے دو آتش لا
مثلِ خورشید و مہ دو جامِ ہلا

روز و شب تا نشاط ہی میں رہوں

صبح و شام البساط ہی میں رہوں

ہے دو چند اب فضاے عالم تنگ

ہے زمانِ دو رنگ ، اب یک رنگ

دورِ ایام ہے الم سے نفور

رات کو عیش ہے تو دن کو سرور

یعنی دو نازلینِ دل آرام

جن کا ہے رجو' اور جنگو نام

صبحِ عیش ایک ، ایک شامِ سرور

روزِ عید ایک ، اک شبِ ہر نور

ہیں اگرچہ وہ دونوں مہ پیکر

لیک بالا تر آن میں بالا تر

۱۔ شہنشاہ کی محبوبہ رجو نام ، خواص نزاکت ، سلطان جی میں دفن ہوئی ۔

جنگو اس کی بہن میرِ رحم علی غفار لوجداری کے گھر میں پڑ گئی

تھی ۔ [تذکرۃ النساءِ نادری ، ص ۹۰]

ربط آپس میں ان کے حد سے زیادہ
 کہ وہ اک باغ کے تھے دو شمشاد
 تھے وہ گویا دو قالب اور اک جان
 دونوں کے دل میں ایک ہی ارمان
 سو نکالی ہم ہوس جی کی
 ایک دن ہے مہی کی شادی کی
 کیا کہوں بزمِ عیش کا عالم
 آئیں دونوں مہی لگا جس دم
 بزمِ تصویر کا ما سامان تھا
 تھا سیہ مست جو کوئی وان تھا
 مجھ میں جب ہوش اور حال آیا
 سالِ تاریخ کا خیال آیا
 شیفۃ ہے جو لالہ چینِ سخن
 کہا اس نے ”دو غنچہ سوسن“
 ۵ ۱ ۲ ۳ ۴

۲

(نامۂ شیفۃ جان گداز بہ جانبِ محبوبۂ دل نواز)

اے ساقِ عفلِ لکنویان
 اے رونقِ بزمِ شمع رویان
 اے زمزمہ منج ، نغمہ پرداز
 اے ماہِ لقائے زہرہ انداز
 اے دل پر خلق و جانِ عالم
 کجینۂ بحر و کانِ عالم

اے سرقہ تہاں زمانہ رقص

اے سرورِ رواں زمانہ رقص

رفتار سے تیری صبرِ ہامال

ہم نفعۂ صبور، بانگِ خلخال

کیا تو نے غضب کیا حدِ افسوس

بھر داغ لیا دیا حدِ افسوس

چلے جو ہو' تھی کچھ جدائی

اُس سے ہی نہیں تھی تابِ آبی

یہ تازہ قلق جو دے گئے تم

یعنی کہ وہاں چلے گئے تم

اس شہر سے کر گئے سفرِ ہائے

کی میری طرف نہ کچھ نظرِ ہائے

سوچے کہ اس پہ کیا بنے گی

کس جانِ حزیں پہ آنے گی

دیکھا نہ کسی کی بے کسی کو

پہنچے نہ ذرا ستمِ رسی کو

عاشق سے یہ ”زم، جو“، کر گئے تم

ہاں اپنے ہی نام پر گئے تم

آہا نہ خیالِ دردِ مندی

دی زلف کے تار کو بلندی

کیا ہجر کے غم دکھائے تو نے

یہ کیا کہا ہائے تو نے

۱۔ نامِ محبوبہ ”رہجو“ ہے شہنشاہ نے منظوم مکتوب اُسی کے نام لکھا

۲۔ (مراتب)

وہ حرف کہ باعثِ ستم ہے
 کیوں کر نہ لکھوں کہ جوشِ غم ہے
 کیا غم ، غمِ رشکِ خود نمایاں
 الفتِ طلبانِ بے وفاہاں
 کچھ اپنے نصیب کی شکایت
 کچھ بختِ راسخ کی شکایت
 کچھ حالِ دلِ وصال جو کا
 کچھ طعنہِ محبتِ عدو کا
 کچھ کچھ سروکارِ قازہ جان کا
 کچھ کچھ گلہِ وصلِ دشمنان کا
 طاقت ہی نہیں کہ چپ رہوں میں
 بتلا دے اگر غلط کہوں میں
 ہر دم ہے جہاں خیالِ تیرا
 اوروں سے ہے وہ وصالِ تیرا
 یاں آتشِ غم سے سینہ بریاں
 واں اشکِ طرب سے دہدہ گریاں
 یاں شعلے کی طرح دل تھاں ہے
 تو ہزمِ فروزِ دشمنان ہے
 یاں جامِ مہی جاے سے ، لہو ہے
 تو ساقِ محفلِ عدو ہے
 کیوں کر نہ سمجھیں برا کہیں اب
 جو ہم بدکرم تھے آن پہ ہیں سب
 کچھ بلکہ زیادہ مہربانی
 ربطِ دل و الفتِ زبانی

اب تازہ رقیب شاد ہوں گے
ہم کاٹے کو تم کو باد ہوں گے

کچھ بھی نہ رمی امیدواری
بیرباد کٹی وفا ہماری

خوگر تھے سدا سے اس الم کے
ہر کچھ نہ کہ اس قدر ستم کے

آس ظلم میں بھر عنایتیں تھیں
کو جب بھی ہمیں شکایتیں تھیں

رہنے تھے بحال کاٹے کاٹے
ہوتا تھا وصال کاٹے کاٹے

جب عالم وصل یاد آیا
حسرت نے ٹھکانے ہی لگایا

باد آئے ہے وہ زمانہ عیش
ہے وردِ زباں فسانہ عیش

وہ تیری فسوں گری کی باتیں
دل داری و دل بیری کی باتیں

وہ طور کہ جس میں آن نکلیے
وہ لاز کہ جس پہ جان نکلیے

وہ فہر کہ جس سے ہو عیاں لطف
ظاہر میں عتاب پر نہاں لطف

دالان جو غیرتِ ارم تھے
ہم تم شبِ وصل و ان ہم تھے

وہاں کدۂ جنوں بنے ہیں
غیرتِ دہِ 'بے ستوں' بنے ہیں

وحشت ہے مجھے ہر اک مکان سے
 بیٹھا جہاں بس آٹھا وہاں سے
 آنکھوں سے ہے میلِ اشک جاری
 ڈوبے کہیں کاش بے قراری
 آتا ہوں میں بار بار در تک
 بے تابی ہے شام سے سحر تک
 ٹپکے ہے لہوِ مدا نظر سے
 خون ریزی ہے شام تک سحر سے
 بے تابی جاں زماں زماں ہے
 اے مابہ عیش تو کہاں ہے
 گویاں ہے کوئی یا نہیں ہے
 ہر مجھ کو خبر ذرا نہیں ہے
 بے ہوشی اور بے حواسی
 دشوار ہے خوبشتِ شناسی
 بے ہوشی سے صدمہ جاں پر ہے
 جودل میں ہے سو زبان پر ہے
 ہوتا ہے عیاں غمِ نہاں
 قابو میں نہیں ہے جانِ 'جانی'
 ہر دم یہ کلامِ وردِ لب ہے
 جلتا ہوں فراق میں غضب ہے
 ہر لحظہ یہ حرف ہے زبان پر
 آجلد کہ آنہی ہے جاں پر
 ہر روز جفاے غمِ فزوں ہے
 جوں چشمِ امید غرقِ خوں ہے

غفلت نہیں تیری اب تلک کم
 کیوں کر نہ زیادہ ہو مجھے غم
 جس دن سے کئے ہو یعنی یان سے
 خط بھی نہیں بھیجا ایک وان سے
 کرتے نہیں خط روان ، نہ کیجے
 آزادی کا خط تو بھیج دیجے
 تا ہمارے سزا یہ جانِ مشتاق
 ہووے نہ جدائی بدن شاق
 اُسید سے زندگی ہے اب تک
 ایما ہو کہ آچکی ہے لب تک
 کیوں کر نہ ہو اضطرابِ ناسہ
 ہے منتظر جوابِ ناسہ
 ہر شب ہے زیادہ بے قراری
 رحلت ہے یہاں سے اب ہماری
 کھینچا سوئے دشت بھر جنوں نے
 بھر ہم کو بہا یا سیلِ خون نے
 لو گھر ہی چھوڑ کر چلے ہم
 تم وان گئے اور ادھر چلے ہم
 کیا وصل محال ہو گیا اب
 تھا خواب خیال ہو گیا اب
 تم آئے تو ہم بھی آئیں گے یان
 دیکھیں گے تو منہ دکھائیں گے یان
 ورنہ کہیں ہوں ہی م رہیں گے
 ناکام ہی کام کر رہیں گے

لازم تو یہ ہے کہ جلد آؤ
 پھر جلوہ لو بہ تو دکھاؤ
 ظالم نہ ہو اتنا بے وفا تو
 الصاف سے دیکھ تو ذرا تو
 یہ شیفتہ کیا ہی شیفتہ ہے
 آخر یہ ترا ہی شیفتہ ہے
 اس پر توجہ ضرور ہے رحم
 ہر چند کہ تجھ سے دور ہے رحم

۳

(ہجراں فسانہ شیفتہ جاں باز پیش نازنین مستِ خوابِ ناز)

اے سراپا جنائے نا انصاف
 بے وفا ، مستِ عہد ، وعدہ خلاف
 تم جو آئے نہ ساتھ ”سورج پور“
 روزِ روشن ہوا شبِ دیجور
 جب کہ دریا سے ہم آتر آئے
 آنکھ میں اشکِ سرخ بھر آئے
 اور جب اس طرف روانہ ہوئے
 ساتھ سب صف بہ صف روانہ ہوئے
 تازیانے تھے لاکھوں ”توسن“ پر
 نہ تک و دو کو ، جرمِ رقتن پر
 آئیں ہم رکاب تھیں ہر دم
 راحتیں سو عذاب تھیں ہر دم

حسرتیں لحظہ لحظہ آتی تھیں
کلفتیں خاک میں ملاتی تھیں

زخمِ قطعِ زمیں سے تھے کیا کیا
مشورے ہم نشیں سے تھے کیا کیا

گفت گوئے مراجعت ہر دم
آرزوئے مراجعت ہر دم

شہر سے جتنی دور ہوتے تھے
اُس قدر زار زار روئے تھے

لغزشِ پا تھی ہر قدم کیا کیا
دم بہ بنتی تھی دم بہ دم کیا کیا

ناکہ اک اور ہی بلا آئی
کبھی منزل مری قضا آئی

جب اندر بیٹھے آہ منزل میں
لگ آئیں آگِ خالہ دل میں

لہ بھی بے گنہ جہنم سے
جل گئی جانِ آئینہ غم سے

شعلہِ ہائے فغان نے پھونک دیا
ہائے سوزِ نہاں نے پھونک دیا

جب شبِ وصلِ یاد آتی تھی
شامِ تنہائی بھول جاتی تھی

دھیان میں تھے جو تیرے لطف و کرم
نالہ زن تھی کہ ہائے ہائے ستم

دم بہ دم جی چلا ہی جاتا تھا
وقتِ رغصت کا یاد آنا تھا

قسیم وہ وعدہ وفا کے ساتھ
وہ یہ کہنا ترا ادا کے ساتھ

کب تلک آؤ گے یہ کہہ جاؤ
اچھی تم آج اور رہ جاؤ

چشمِ زہراب حسرتِ آلودہ
وہ نگاہیں مرآتِ آلودہ

دمِ رخصت چمٹ کے لگنا گلے
اور وہ کہنا کہ تم تو سچ ہی چلے

یہ جو ہر دم خیال آتے ہیں
لشک کے ساتھ ہوش جاتے ہیں

وہی صحبت مجھے دکھائے خدا
جلد بچھڑوں کو پھر ملائے خدا

حسرتوں سے نظر تھی سوئے فلک
جون شبِ غم سیاہ روئے فلک

کہتے تھے ہائے کیا کیا تو نے
مہر و شکر کو جدا کیا تو نے

بس کہ تکلیفِ تازہ جاں پر تھی
دم بہ دم یہ غزل^۱ زباں پر تھی

۱۔ غزل (۹) موجودہ دیوان میں ہے ! مثنوی میں اشعار ۱۳۱۲۱، ۱۳۱۲۲، ۱۳۱۲۳
ہیں اس لیے اشعار نقل نہیں کیے صرف دو شعر جو مطبوعہ دیوان میں
نہیں ہیں نقل کر دیے ہیں ۔ فائق

غزل

ہاتھ آٹھا کر نہ جا عدو کی طرف
میں ہوں ہامال تیری ٹھوکر کا

شبِ غم واعظوں نے کب دیکھی
کیوں نہ ہو خوفِ روزِ محشر کا

بس کہ آرام کا خیال نہ تھا
گھر تلک پہنچنے کا حال نہ تھا

رہے باہر ہی رات کو ناچار
مرگ سے شاد ، زیست سے بے زار

تین دن تک میں رہا احوال
کہ لگے تھا برا ، بھلا احوال

روزِ یک شنبہ پھر روانہ ہوئے
غیرتِ گردشِ زمانہ ہوئے

یعنی اس سے تو اور پر ہے عذاب
ہم ہیں گردش سے اپنی آپ خراب

پہنچی منزل کو کیوں کہ کھوویں ہم
یعنی منزل کو پہنچیں گے اس دم

کہ وہ وعدہ وفا کرو گے تم
حقِ آفت ادا کرو گے تم

رمضان بھی قریب ہے لیکن
مجھ کو شورِ نشور ہے ہر دن

کس کو صبر و سکون کا پارا ہے
 قلع کاسی کہاں گوارا ہے
 کس طرح دل کو اپنے سخت کروں
 کیوں کہ چھاتی پہ پتھر آہ دھروں
 سب برابر ہیں جب کہ ٹھہری بات
 لیلۃ القدر ہو کہ شامِ برات
 کب تلک میں ملوں ، حیران ہوں
 دہر سے کیا حصول حیران ہوں
 مجھ کو ہلواؤ یا تم آپ آؤ
 جلد ٹھہراؤ جلد ٹھہراؤ
 اور توبہ کو بھی قیام رہے
 صحنِ خانہ ہی میں خرام رہے
 یاد رکھیو وہ سیکڑوں قسمیں
 آلیومت رقیب کے بس میں
 کیجیو مت خیالِ خامِ سفر
 لالیومت زباں پہ نامِ سفر
 حرف لانا نہ بات پر اپنی
 پختہ رہیو صفات پر اپنی
 جاں پہ لب ہوں فلک کے کینے سے
 آگے مت ہڑھیو اس مہینے سے
 کہ مجھے ہے یہ لاگوار بہت
 ہوں مری جان بے قرار بہت
 گو کہ ہووے رقیب دورِ زمان
 پر نہیں صبرِ عید تک بھی پیمان

مان لے التماس یہ میرا
تیرے قربان شیفۃ تیرا

مجھ کو پہنچاؤ مدعا کو تم
دیکھنا پھر مری وفا کو تم

مرتے مرتے ہوں ہی نبیاموں کا
تم سے انزوں وفا کو چاہوں کا

۴

(نامہ مہر تصویر ، بہ خدمت یارِ ماہِ نظیر ،
بہ گونہ گونہ درازِ نفسی ہا ، بہ شرحِ طولِ شبِ ہجران
و تمنائے طلوعِ ستارۂ سحری ، یعنی بہ مددِ نگاری
انجمِ فوزِ نعمتِ وصالِ آن ہم جلوۂ خورشیدِ درخشان)

اے گلِ بوستانِ ناز و ادا
اے مدِ آہانِ مہر و وفا

اے تمنائے جان و خواہشِ دل
اے انزوں سازِ شوق و کاشِ دل

اے سنِ ہویے نسترِ اندام
لالہ رخسار ، سرو قد ، گلِ نام

گلِ رعنائے باغِ رعنائی
دُرِ یکتائے بصرِ یکتائی

اے تسلیِ خاطرِ بے تاب
مایۂ اضطرابِ شیخ و شاب

اے ستمِ کیش ، بے وفا ، عیار
اے دلِ آرام ، دلِ رہا ، دلِ دار

تم سے رغبت ہو میں ادھر آیا
آنکھ میں جاے خوں چکر آیا

میری بے قابیوں سے ہو مضطر
جان آتی وداع کو لب پر

آہ و زاری نے یہ ہوا باندھی
نفسِ مرد سے چلی آندھی

جوشِ گریہ سے تھا روانِ دریا
مگر اس جوش کا کہاں دریا

جس کا ہر قطرہ شکل طوفان کی
آہروِ خاک جس سے عیاں کی

نیم سوج اس کی غیرتِ 'بیچوں'
رشتہ سے جس کے 'نیل' کا دل خوں

منفعلِ رعدِ آہ و افغان سے
آب ، آب ، ابرِ چشمِ گریاں سے

ناوکِ نالہ و آہِ گردنِ چرخ
شررِ آہِ برقِ خرمنِ چرخ

جوشِ ہر بے قراریِ دل تھی
رشتہ افزائے سرغرِ بسمل تھی

کیا کہوں اضطراب کا عالم
کارخانہ جہاں کا تھا برہم

آدمی جن پر ، آدمی یہ ملک
آہاں پر زمیں ، زمیں یہ ملک

کیا کہیں بے خودی کا ہم عالم
پہروں آئے نہیں ہیں آپ میں ہم

حسورِ انفاق سے حشر برپا ہے
تو بھی جیتا ہوں کیا تمنا ہے

ہاتھ سے دل کے ، رخ ہیں کیا کیا
ہاتھ دل سے آٹھا تو جی بیٹھا

دو الم ، کیوں نہ ہووے طاقت طاق
آرزوے وصال و رخِ فراق

کیا ہلا ہے شبِ فراق سیاہ
طالع تیرہ ہے جس کے سامنے ماہ

نہیں دخلِ نجوم و ماہ کہیں
دلِ کافر سے بھی سیاہ کہیں

روز و شب میں تمیز ہو نہ کبھو
زلف و رخ میں نہ فرق ہو سرِ مو

فی التمثل شمس گر ہو جلوہ فزا
آس کا سایہ ہو سایہ عشا

آس کے ظل کا کوئی نشان نہ ہاے
لاکھ شعل ہزار شمع جلاے

کیا ڈراتی ہے یہ شبِ دیجور
شمع کے منہ سے آڑ کیا ہے نور

روزِ محشر سے جاں گداز کہیں
آپ کی زلف سے دراز کہیں

ہجر کی شب بسر نہیں آتی
بانگِ مرغِ سحر نہیں آتی

سچ ہے کیا ہو ظہورِ نورِ سحر
سہر ہر منحصر ظہورِ سحر

سو وہ ہے شمعِ بزمِ عشرتِ یار
کچھ نہیں اور چاؤ شبِ تار

کہ کسی ڈھب سے واں تلک پہنچوں
محفلِ خسوزِ فشاں تلک پہنچوں

رحم اے کاش چرخ کو آئے
کہ تری انجمن میں پہنچائے

من لے افغان چرخ رس کو مری
دیکھ لے لٹکی نفس کو مری

سوچے مضمونِ آوِ بسل کو
اس سے افزوں نہ خونِ کرے دل کو

کرے دردِ دلِ تہاں پہ لگا
چشمِ خونِ جگرِ فشاں پہ لگا

طاعتِ ضبطِ اضطراب نہیں
صبر کرنے کی اب تو تاب نہیں

اے فلک گردشِ دژم سے حصول
اے فلک کہنہ و ستم سے حصول

اے فلک تجھ سے ہو جھٹکتے ہیں ہم
رحم بہتر ہے خلقِ ہر کہ ستم

سوچ تو رحم ہے صفت کسی کی
مرحمتِ لغت و مقبت کسی کی

کیوں جفا سمجھیں سہل اہلِ جفا
کس سخن کے ہیں اہل ، اہلِ جفا

شیفتہ چرخ سے شکایت کیوں
اس ستم گار سے حکایت کیوں

کیا ہوئی شرم ، کیا ہوئی غیرت
ایسی باتوں سے مجھ کو ہے حیرت

اس قدر زاری و تذلل کیوں
اس قدر غامیِ تخیل کیوں

اس کو کیا تاب و طاقت ہے داد
کیا سہر اور سہر کی بنیاد

آہ جس وقت شعلہ افشان ہو
آسمان پنبہِ فروزاں ہو

آسمان سے خطاب ہے حاصل
عاجزی و عتاب ہے حاصل

اب دعا کیجے منتظر ہے اثر
لالچے آرزوئے دلِ لبِ ہر

تاکہ بزمِ جہاں ہے جلوہ فزا
قیری محفل میں ہوں میں بزمِ آرا

تاکہ ہے ماہ ، آسمان پہ ہمدید
تیرے گھر میں ہو روز ، عشرتِ عید

نظم

”زوال بہادر شاہ ظفر اور دہلی کی بربادی پر“

ہاے دہلی و زہے دل شدگانِ دہلی
آپ جنت میں ہیں اور دل نگرانِ دہلی

وہی جلوہ نظر آتا ہے تصور میں ہمیں
مٹ گئے ہر بھی یہ باقی ہے نشانِ دہلی

”کل یوم ہو فی شان“ کی جلوہ گری
کیا ہوا گر نہ رہی شوکت و شانِ دہلی

تھیں جو انہارِ ہستی کی حکایت نہریں
وہی نہریں ہوئیں اب اشکِ روانِ دہلی

گر نہ کہہویں کہ یہ دہلی ہے تو ہرگز نہ بڑے
دلی والوں کو بھی دلی یہ گمانِ دہلی

دلی اب ہے تنِ بیجاں تنِ بیجاں کیا خاک
جان سے جا چکے جو لوگ تھے جانِ دہلی

کس طرح پردے سے نکلے ”ارم ذاتِ باد“
ابھی موجود ہیں دو چار مکانِ دہلی

ربعِ مسکون سے زیادہ ہے بہت وسعت میں
چاندنی چوک کہ واقع ہے میانِ دہلی

صورتیں ہو گئیں معنی ، جسد ، ارواح ہرے
بے خبر کہتے ہیں وہاں ہے جہاں دہلی

وند پریاں کے کریں رشک ثقاتِ امصار
بادشاہوں پہ کریں نازِ شبانِ دہلی

دل قدح ، بادہ محبت ، گل و ریحانِ عرفان
کچھ نئے رنگ کے ہیں بادہ کشانِ دہلی

بہرِ خوشِ رائے اگر ہیں تو جوان ہیں خوشِ رو
عجب انداز کے ہیں بیر و جوانِ دہلی

شیفۃ اور ستائش کے نہیں ہم خواہاں
ہی بس ہے کہ کہیں ، ہے بہ زبانِ دہلی

اختلاف نسخ

دیوان مخطوطہ اور دیوان مطبوعہ شیفتہ

غزل (۱) شعر ۳ دیوان مخطوطہ میں اس طرح ہے :

ہم دیکھتے ہیں رنگ قرے گل میں خار میں
گرچہ کسی نے رنگ نہ دیکھا شمع کا

شعر ۵ مصرع اول :

واجب بغیر ممکن (۹) ممکن ہے یہ کہیں

شعر ۱۰ کا مصرع اول مخطوطے میں یہ ہے :

”زاہد ہے یم ناک گند سے سنا نہیں“

غزل (۲) یہ مطلع مخطوطے میں زیادہ ہے :

ہے بس کہ جاں دہی اثر آس کی شمع کا
عیسوی کا دم ہوا مجھے جھوکا نسیم کا

غزل (۳) یہ مطلع مخطوطے میں زائد ہے :

کیا ہووے شام روز جزا ڈھب نجات کا
باقی ہے انتقام ابھی عشرت کی رات کا

شعر ۲ مخطوطے میں اس طرح ہے :

کیا جانیے کہ کس کے میں دعوے (وعدے) کا بخو ہوں
ہے اعتبار زندگی بے ثبات کا :

شعر ۳ مخطوطہ ابتدائی صورت کو پیش کر رہا ہے ، بعد میں
شیفتہ نے تبدیل کر دیا :

جب غیر پر خفا ہو تو مجھ پر کرو کرم
مشتاق یاں نہیں کوئی اس التفات کا

نسخہ مخطوطہ میں شعر ۴ بھی ابتدائی حالت کو واضح کر
رہا ہے ، بعد میں تبدیلی کی گئی ہے :

ہے اس کہ جوشِ گریہِ خوفی دمِ رام
نامہ نہیں مرا یہ ورق ہے برات کا

یہ شعر مخطوطے میں زائد ہے :

تھے اپنے حق میں زہر جو وہ لعل شکریں
سم میں مزا ملا ہمیں قند و نبات کا

نسخہ مخطوطہ میں مقطع یہ ہے :

اندوہ روزِ ہجر کسی ڈھب سے کم تو ہو
پھر قصہ چھیڑ شیفتہ عشرت کی رات کا

اختلاف نسخ

غزل (۲) شعر ۸ مصرع اول۔ آس رشک گل کے بستر گل سے
 ہے احتراز (نسخہ ۱، ۲، ۳) لیکن نسخہ ۳ اور ۵ میں بجائے ”کے“
 ”کو“ ہے۔

غزل (۴) مقطع مصرع ثانی۔ ژند (نسخہ ۱، ۲) زند -
 (۳، ۴، ۵) -

غزل (۶) شعر ۷ مصرع ثانی۔ وہی (نسخہ ۱، ۲، ۳، ۴)۔
 یہی نسخہ ۵ -

غزل (۷) مطلع مصرع اول۔ ہر (نسخہ ۱، ۲، ۳، ۴) ہ
 (نسخہ ۵) -

غزل (۷) مقطع مصرع ثانی۔ سناپا دل کا (نسخہ ۱) غلط ،
 سفاقا (۲، ۳، ۴، ۵) صحیح قافیہ ہے -

غزل (۸) شعر ۵ مصرع اول۔ مصروف ہے بہت وہ ہمارے
 علاج میں (نسخہ ۱، ۲، ۳، ۴، ۵) نسخہ ۱ میں ”وہ“ نہیں -

غزل (۸) شعر ۶ مصرع ثانی۔ نے چرخ - (نسخہ ۱، ۲، ۳، ۴، ۵)۔
 نہ چرخ - (نسخہ ۱، ۲) -

غزل (۸) شعر ۸ مصرع اول۔ مے کدہ - نسخہ اول میں
 غلط ہے - بقیہ نسخوں میں ”مے کدہ“ صحیح ہے -

غزل (۹) شعر ۳ مصرع اول۔ بھرنے - نسخہ اول غلط ،
 ”بھرنے“ صحیح ہے -

غزل (۹) مقطع میں ”خیال“ نسخہ ۱ میں غلط ہے۔
صحیح ”خیال“ ہے۔

غزل (۱۰) شعر ۲ میں ”پہر“ نسخہ ۱ میں غلط ہے،
صحیح ”پہر“ ہے۔

غزل (۱۱) میں مقطع سے پہلے نواں شعر ”کیا دیر“ نسخہ
۳ اور ۵ میں چھوٹ گیا ہے۔ نسخہ ۱، ۲، ۳ میں ہے۔

غزل (۲۹) شعر ۳ مصرع ثانی۔ نسخہ ۱، ۲ ”ہوائی“۔
نسخہ ۳ ”ہوا اے“ نسخہ ۳، ۵ میں ”ہوا ہے“ صحیح۔

غزل ۳۱ شعر ۸ مصرع اول۔ ”ہناؤ ہیں“ نسخہ ۱، ۳ میں۔
”ہناؤ میں“ نسخہ ۲، ۳، ۵۔

غزل (۳۳) مطلع مصرع ثانی۔ نسخہ ۱، ۳ میں ”ہوس و حواس“،
نسخہ ۳ میں ”ہوش و ہواس“۔ نسخہ ۲، ۵ میں
”ہوش و حواس“۔

غزل (۳۹) شعر ۵ مصرع اول۔ نسخہ ۱، ۲، ۳ میں ”کل“
نسخہ ۲، ۵ میں ”کل“ ہے۔

غزل (۴۷) شعر ۵ مصرع ثانی۔ نسخہ ۱ تا ۳ ”شوق کا“۔
نسخہ ۵ ”شوق کو“۔

غزل (۶۳) شعر ۹ اول۔ ”ماوالثین“ نسخہ ۱، ۳، ۵۔
لیکن نسخہ ۲، ۵ میں ”ماذا الثین“ ہے اور مصرع ثانی میں
”ماوالقتلین“ نسخہ ۲، ۳، ۵ میں ہے۔ نسخہ ۲، ۵ میں ”ماذا القتلیں“ ہے۔

غزل (۶۹) شعر ۶ مصرع ثانی۔ ”روکھتی“ نسخہ ۱، ۳، ۵ میں
”روکھتے“ نسخہ ۲ میں ”روکھی“ نسخہ ۵۔

غزل (۷۰) شعر ۸ مصرع اول۔ ”رقیب ہے“ نسخہ ۱ (ص ۳۷)،
نسخہ ۲ (ص ۳۰)، نسخہ ۳ (ص ۳۵)، نسخہ ۳ (ص ۵۰)۔

میں ”رکب ہے“ نسخہ ۵ (ص ۱۳۱) میں۔

غزل (۸۷) شعر ۸ مصرع ثانی۔ ”تن آزار“ نسخہ ۱ (ص ۳۹) ،
۲ (ص ۳۶) ، ۳ (ص ۳۸) ، ۴ (ص ۵۳) میں ”تن زار“ نسخہ ۵
(ص ۳۶) میں۔

غزل (۸۶) شعر ۴ مصرع ثانی۔ ”جوش“ نسخہ ۱ تا ۴ میں ،
نسخہ ۵ ”عوش“ ہے۔

غزل (۸۸) مقطع مصرع ثانی۔ ”شیرین گنتار و عوش نوا ہوں“
نسخہ ۱ ، ۲ ، ۵ میں۔ نسخہ ۳ ، ۴ میں ”و“ نہیں ہے۔

غزل ۸۹ شعر ۸ مصرع ثانی۔ ”ہائے ہائے“ نسخہ ۱ ، ۲ ، ۴ میں
”ہائے جائے“ نسخہ ۳ ، ۵ میں۔

غزل (۹۹) شعر ۵ مصرع اول۔ ”لفس“ نسخہ ۱ ، ۲ ، ۴ میں
نسخہ ۳ ، ۵ میں ”لفش“ ہے۔

غزل (۱۰۵) شعر ۲ مصرع ثانی۔ ”لام و کاف“ نسخہ ۱ ، ۲ ، ۴ ، ۵
میں۔ نسخہ ۳ میں ”لام کاف“ ہے۔

غزل (۱۱۰) شعر ۲ مصرع اول۔ ”مانگتا“ نسخہ ۱ ، ۴ اور
”مانگتا“ نسخہ ۲ ، ۳ ، ۵ میں۔

غزل (۱۱۴) شعر ۸ مصرع اول۔ ”نسخہ اول“ ”جی چلاتے“
اور نسخہ ۲ تا ۵ میں ”جی چلاتے“۔

غزل (۱۲۷) شعر ۲ مصرع ثانی۔ ”کے لیے“ نسخہ ۱ ، ۲ ، ۴ ، ۵
میں۔ نسخہ اول میں ”لے“ طباعت سے وہ گیا ہے۔

غزل (۱۳۷) شعر ۱۰ مصرع اول۔ ”میں نے“ نسخہ ۱ ، ۲
میں۔ نسخہ ۳ ، ۴ ، ۵ میں ”ہم نے“ ہے۔

غزل (۱۴۷) شعر ۱۳ مصرع ثانی۔ ”جذب“ نسخہ ۱ ، ۲ میں۔
نسخہ ۳ ، ۴ ، ۵ میں ”جذب“ ہے۔

غزل (۱۴۷) شعر ۱۴ مصرع اول۔ ”بابۃ کم پر شریکوں سے

قناعت ننگ ہے۔ نسخہ اول میں۔ نسخہ دوم میں بجائے ”نگ“
 ”نگ“ ہے۔ نسخہ ۳، ۴، ۵ میں بجائے ”شریکوں“ کے
 ”شریفوں“ ہے۔

غزل (۱۲۷) شعر ۱۵ مصرع ثانی۔ ”ہو“ نسخہ ۱ تا ۴ میں۔
 ”ہر“ نسخہ ۵ میں۔ مرتب

غزل (۱۳۱) شعر ۲ مصرع اول۔ ”اُس کو“ نسخہ ۱ تا ۴ میں۔
 ”اُس کا“ نسخہ پنجم میں۔

غزل (۱۳۷) شعر ۷ مصرع اول۔ ”یار“ نسخہ ۱ تا ۴ میں۔
 نسخہ پنجم میں ”یار“ ہے۔

غزل (۱۴۴) مقطع مصرع ثانی۔ ”ہری“ نسخہ ۱، ۲ میں غلط۔
 ”ہری“ نسخہ ۳، ۵ صحیح ہے۔

غزل (۱۴۸) شعر ۸ مصرع اول۔ ”مشرف“ نسخہ ۱ تا ۴ میں۔
 ”مائل“ نسخہ ۵ میں۔

غزل (۱۵۱) شعر ۸ مصرع ثانی۔ ”بھی“ نسخہ ۱، ۲، ۳ میں۔
 ”ہی“ نسخہ ۴، ۵ میں۔

غزل (۱۵۳) شعر ۲ مصرع اول۔ ”تذکرہ صلح غیر کا نہ کرو“
 نسخہ ۱، ۲ میں۔ ایک ”نہ کرو“ زیادہ ہے۔ ”تذکرہ صلح کا کرو
 نہ کرو“ نسخہ ۳، ۴، ۵ میں ہے۔ صحیح نسخہ اول ہے۔

غزل (۱۶۰) شعر ۸ مصرع ثانی۔ ”سمجھیے“ نسخہ ۱ تا ۴ میں۔
 نسخہ ۵ میں ”جانیے“ ہے۔

غزل (۱۶۹) شعر ۵ مصرع اول۔ ”آشیان“ نسخہ اول میں
 غلط ہے۔ نسخہ ۲ تا ۵ میں ”آہاں“ صحیح ہے۔

فرد ۴ مصرع اول۔ ”اپنی“ نسخہ ۵ میں غلط۔ نسخہ ۱ تا ۴
 میں ”اس کی“ ہے۔

نثر خاتمہ

دیوان شیفہ مزاجان و بیان آشفہ یانان تا بسم اللہ مدبروے
 معشوقہ الحمد بر پیشانی نہ کشد بہ سبہ چردگان لون والقلم
 وما یسترون (بسطرون) در نہ دمد ابتدایش چون ساکن دشوار و
 التہایش ہم چو تھریک الف دور از کار ، وقتی رسیدہ کہ در سکر ہایان
 رسیدن این دیوان بے ہایان و نہایت وزیدن این نسخہ بھایان
 سراپائے خود را چون خامہ بہ سجدہ بسر دھم و رگ جان را چون
 رشتہ شمع بہ سر رشتہ سوز و گداز در کشم - متصدی ادائے یکے از
 صد مدارج شکر صدگانہ نتوانم شد - و گزارش دہ بجا آوری ادنا
 مراتب سہاس ہزار درجہ نہایدم گشت -

الحمد لله والمنه کہ دریں ایام مسرت التیام و دریں زمانہ
 فرحت الحجام این دیوان سلالہ سلسلہ خاندان امارت - دودہ چشم و چراغ
 دودمان اہانت ، شیر پیشہ مردی و مردانگی ، شمشیر معرکہ
 فرہنگی و فرزانی ، بلبل گلستان سخن ایجاد ، صلصل سروستان
 بخردی و آزادی ، آب یار گلشن بے خار تصور ، دست یار چمن پر بہار تفکر ،
 آئینہ دار معنی آب کار ، آبرو بخش الفاظ آب دار ، سخن را باطبعش
 چون جوہر و آئینہ ربطے و معنی را با تکرش چون لفظ و معنی ضبطے ،
 قلش قفل معنی را کلید رقص روزہ داران خوبی را رویت ہلال عید
 بہ بادہ فروش ، بہ رباعی ظفر مظفر و قند معنیش پر مذاق ذوق مکرر ،

ناظر بصر ، ناظر نظر ، ناظر راسخ ، راسخ ناخ از اوج فکر رسا
و ذهن ذکاوتی بلندی فطرت فلکی عرشی ، و هلالی و شمسی با هستی
منضم و با روشنی " فکر عالی کمال خیالشی (شعشعه) الوری آتش
شرر شعله به تازگی بے هم مصحفی در شان او بعد از حمد اخلاص
خوان و هوش و جوش در حق آن خط شاگردی کشان به تدبیر پیر و
به همت جوان نواب محمد مصطفیٰ خان به افکار معنی شیفته و بایسته
چردگان الفاظ فریفته - به صحت تمام به اهتمام شیخ مدد علی به اختتام
رسید و به دست پاری کارپردازان لباس مطبوع طبعی در برکشید -
فقط

(صفحه ۸۹ دیوان شیفته طبع اول مطبع آئینه سکندری میراث)

مجلس ترقی ادب لاہور کی چار بلند پایہ تحقیقی مطبوعات

● — مومن : اردو کے مشہور شاعر حکیم
محمد مومن خان مومن کے حالات زندگی
(تحقیق کی روشنی میں)

تالیف کلب علی خان فائق ۵۰/ ۵

● — ذوق، سوانح اور انتقاد : خاقانیؒ ہند
شیخ محمد ابراہیم ذوق کے سوانح حیات اور
ان کی شعری خصوصیات پر جامع تبصرہ۔
تالیف : ڈاکٹر تنویر احمد علوی

مقدمہ : پروفیسر سید عابد علی عابد ۸/ ۵۰

● — مرزا محمد ہادی مرزا و رسوا : مرزا
رسوا اور ان کے ادبی کارناموں کا تعارف۔
تالیف : ڈاکٹر میمونہ بیگم انصاری ۶/ ۵۰
● — ڈراما نگاری کا فن : ڈرامے کی
خصوصیات ، تکنیک اور اصناف پر
عالمیہ بحث۔

تالیف : ڈاکٹر محمد اسلم قریشی ۶/ ۵۰

